ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

6 شوال المکرّم 1442ھ | جون 2021ء

عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے

91 سال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے کچھ وصیت فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمام کاموں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کی پابندی کرو کیونکہ یہ زمین پر تمہارے لیے نور ہے اور آسمان میں تمہارے لیے ذخیرہ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد کو لازم پکڑلو کیونکہ یہی میری امت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ دیر خاموش رہا کرو کیونکہ اس سے شیطان دفع ہو جاتا ہے اور اس سے تمہیں دین کے کاموں میں مدد ملے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دنیاوی مال و دولت اور ساز و سامان میں) ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھا کرو اوپر والے کو مت دیکھا کرو کیونکہ اس طرح کرنے سے تم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھو گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق بات کہوں چاہے وہ کڑوی کیوں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں اپنے عیب معلوم ہیں تو دوسروں (کے عیب دیکھنے) سے رک جاؤ اور جو برے کام تم خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض مت ہو۔ تمہیں عیب لگانے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ تم اپنے عیبوں کو تو جانتے نہیں اور دوسروں میں عیب تلاش کر رہے ہو اور جن حرکتوں کو خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسرے پر ناراض ہوتے ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابوذر! حسن تدبیر کے برابر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز، مشتبہ اور نامناسب کاموں سے رکنے کے برابر کوئی تقویٰ نہیں اور حسن اخلاق جیسی کوئی خاندانی شرافت نہیں۔ (حیات الصحابہ، ج ۳، ص ۶۰۴)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد32 شمارہ06 جون 2021ء / شوال المکرم ۱۴۴۲ھ

Regd.M.NO.32

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات	"شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے"	سید محمد کفیل بخاری	2
دین و دانش:	امیر المومنین سیدنا عمر ابن خطاب سلام اللہ و رضوانہ علیہ	حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری	4
//	سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	علامہ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	9
//	سفر ہجرت میں آل ابوبکرؓ کی خدمات	عطا محمد جنجوعہ	11
//	اسمِ معاویہ کی تحقیق	غلام مصطفیٰ اعوان	17
//	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور تحریر و تدوین حدیث	عبداللہ زبیر ندوی	23
افکار:	گیارہ روزہ اسرائیل جارحیت کے نقصانات کا تخمینہ	ترجمہ و ترتیب: مولوی محمد نعمان سنجرانی	31
//	کب جاگے گا مسلمان؟	انصار عباسی	34
//	امیر اور امارت اسلامی اصولوں کی روشنی میں	مولانا محمد ابوبکر حنفی شیخوپوری	36
ادب:	زرپارہ	حبیب الرحمٰن بٹالوی	39
تاریخ احرار:	تاریخ احرار قسط نمبر (۱۴)	مفکر احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ	40
مطالعۂ قادیانیت:	مرزا قادیانی اور حج بیت اللہ	شیخ راحیل احمد مرحوم (آخری قسط)	51
حسن انتقاد:	تبصر کتب	مبصر: مفتی نجم الحق، صبیح ہمدانی	56
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	58
ترحیم:	حافظ شفیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ	سید محمد کفیل بخاری	61
//	مسافران آخرت	ادارہ	63

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

بیاد
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقاءِ فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید عطاء اللہ ثالث بخاری
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک -/300 روپے
بیرون ملک -/5000 روپے
فی شمارہ -/30 روپے

رابطہ
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوۃ مجلس احرار اسلام پاکستان

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم، ڈی، اے چوک ملتان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

سید محمد کفیل بخاری

’’شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے‘‘

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب مسجد اقصیٰ میں ربّ کریم کے حضور سجدہ ریز نہتے مسلمان فلسطینیوں پر اسرائیلی یہودی فوجیوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کر کے اپنی روایتی دہشت گردی کا آغاز کیا۔ پھر غزہ پر آتش و آہن کی بارش کر کے فلسطین کے مظلوم، بچوں، بچیوں، عورتوں، جوانوں اور بوڑھوں کا قتل عام کر کے تہذیب جدید کی خباثت کا مظاہرہ کیا۔

صد آفرین اور صد ہزاراں سلامِ محبت وعقیدت ان فلسطینی بھائیوں کو جنھوں نے 57 مسلم ممالک کی مجرمانہ خاموشی اور عدم تعاون کے باوجود اپنے ایمان و استقامت کے ساتھ سفاک یہودی افواج کا مقابلہ کیا اور اسرائیل 11 روزہ دہشت گردی کے باوجود فلسطینی مجاہدین کو شکست دینے میں ناکام رہا۔ فلسطینی مزاحمت نے اب کی بار کئی حقائق کو از سرِ نو ثابت کیا ہے۔ مثلاً یہ بات کہ ٹیکنالوجی اپنی پوری ترقی کے باوجود ایمان وعزم کا مقابلہ نہیں کر سکتی، یا یہ بات کے اسرائیلی فوج ناقابلِ شکست نہیں ہے بلکہ اس کا سارا رعب داب مسلم ممالک کے نااہل فوجیوں کی وجہ سے ہے جو استعمار کے کارندے ہیں اور اپنی ہی قوموں کو فتح کرنے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ مزاحمت کرنے والوں کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ وہ جیت کر بھی دکھائیں ان کی طرف سے تو اتنا ہی ثابت کر دینا کافی ہے کہ مزاحمت ممکن ہے اور بزدل جھوٹ بولتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے کسی نبی ورسول نے کفر وطاغوت سے مفاہمت نہیں مقابلہ کیا، بھر پور مزاحمت کی اور اللہ کے مقابلے میں کسی نظام کے جبر کو تسلیم نہیں کیا۔ استطاعت کے مطابق مزاحمت ہی سلامتی، عزت اور وقار کا راستہ ہے۔ اُمت کی جو جماعت بھی استقامت اختیار کرے گی، دنیا وآخرت میں وہی کامیاب ہوگی۔ جس نے مداہنت اختیار کی وہ نشان عبرت بن گئی۔

اسرائیل کے ساتھ چار مسلم ممالک کی سرحدات ملتی ہیں۔ اردن، شام، لبنان اور مصر۔ اردن کی آبادی تریسٹھ لاکھ، شام دو کروڑ چوبیس لاکھ، لبنان چوالیس لاکھ اور مصر آٹھ کروڑ پینتالیس لاکھ ہے۔ چاروں پڑوسی مسلم ممالک کی کل آبادی گیارہ کروڑ چھہتر لاکھ ہے۔ جبکہ اسرائیل بیاسی لاکھ آبادی پر مشتمل ہے۔ افسوس ان میں سے کسی ملک نے بھی اپنے فلسطینی پڑوسیوں کی کبھی کوئی مدد نہیں کی۔ غزہ کو زمینی راستہ صرف مصر سے جاتا ہے جو بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ مصر نے اس راستے کو بھی بند کر کے غزہ کے فلسطینی بھائیوں کو تنہا کر دیا۔ دوسری طرف سعودی عرب کے خادم الحرمین نے محمد مرسی رحمہ اللہ کی حکومت ختم کر کے برسر اقتدار آنے کے لیے جبر وتشدد کے سبھی غیر انسانی حربے برتنے والے جنرل سیسی کو اربوں ڈالر کی امداد سے نوازا۔

کبھی مٹھی بھر مسلمان دنیا پر غالب تھے لیکن آج 57 مسلم ممالک عالمی استعمار اور اس کے ذیلی صہیونی مالیاتی اداروں کے غلام بے دام ہیں۔ اس کا ایک ہی سبب ہے کہ مسلم حکمرانوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ہدایات سے عملی بغاوت کی۔ اپنے مظلوم بھائیوں کو تنہا کیا، نتیجتاً خود بھی تنہا ہو گئے۔ دنیا بھر میں عالمی طاغوت مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہا ہے اور یہ اپنی عشرت گاہیں آباد کیے میڈیا میڈیا کھیل رہے ہی۔ پاکستانی میڈیا نے تو حضرت امام مہدی کی آمد اور وقوعِ قیامت کی پیش گوئی کر کے سات مہینوں کی مُدت بھی متعین کر دی ہے۔ حالانکہ اس کی تعین قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ 2012ء میں بھی آمد مہدی اور قیام قیامت کی تاریخیں دی گئی تھیں لیکن امام آئے نہ قیامت۔

مظلوم فلسطینی گزشتہ پون صدی سے صہیونی وطاغوتی جبر ومظالم کے مقابلے میں استقامت کے ساتھ کھڑے ہیں ان شاءاللہ ایک دن وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْن تم ہی غالب ہوگے اگر تم ایمان والے ہو۔وَکَانَ حَقاً عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْن۔اور ایمان والوں کی مدد کرنا ہم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

پاکستان کے سیاسی فیصلہ ساز اپنی تاریخ میں کبھی امت کے بین الاقوامی تقاضوں سے وابستہ نہیں رہے۔اس بار غزہ کے مظلوموں کی استقامت نے ان کی بھی لب کشائی کرا ہی دی۔فلسطین واقصیٰ کے صابر مرابطین کو اگرچہ کسی کی حمایت و نصرت کی نہ ضرورت ہے اور نہ کوئی خاطر خواہ فائدہ.....لیکن اتنا تو ہے کہ ان کی عزیمت اور ثبات نے سکہ بند سنگ دل اور بے حس افراد واداروں کو کم از کم بات کرنے پر تو مجبور کر ہی دیا۔پاکستانی حکمرانوں کی نااہلی میں کوئی شبہ نہیں ہے۔لیکن اب کی بار ہمارے مقدر میں تاریخ کی نااہل ترین اپوزیشن بھی لکھی گئی ہے۔دونوں بڑی پارٹیاں اور ان کے حاشیہ بردار ہر لمحہ اپنی لائن سیدھی کرنے کے چکر میں ہیں۔ذاتی مفاد کی دوڑ میں اصولوں اور نظریات سے اتنا شدید انحراف ایک انوکھی مثال ہے۔معلوم یوں پڑتا ہے کہ پاکستان میں نظریاتی سیاست اور مزاحمت کا نام آخر کار صرف مولانا فضل الرحمٰن ہی لیا کریں گے۔

ان دنوں پاکستانی اسٹیبلشمنٹ دینی جدوجہد کو خصوصی ہدف بنائے ہوئی ہے۔جمعیت علمائے اسلام سے ایک منحرف گروپ برآمد کیا گیا، پھر تبلیغی جماعت میں انتشار پھیلا کر شہر شہر لڑائی اور جھگڑوں کا سلسلہ شروع کیا گیا اور اب مدارسِ اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے نئے تعلیمی بورڈ قائم کرنے کا عمل جاری ہے۔اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس بار ریاست کے اصل فیصلہ سازوں نے چھپنے اور پس پردہ رہنے کا تکلف بھی ترک کر دیا ہے۔وہ کھلم کھلا دینی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے میں بلا واسطہ متحرک نظر آ رہے ہیں۔

احوال کی یہ صورت تشویش ناک تو ہے، مگر ہم جانتے ہیں کہ خدا کا دین اداروں، جماعتوں اور ظاہری ترتیبوں کا محتاج نہیں ہے۔ہم اپنے کریم ومہربان مالک کی قدرتوں پر بھروسہ کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ضعف کی حفاظت اپنی قوت سے فرمائے۔اب جب کہ اسباب وآلات ہمارے خلاف ہوئے جاتے ہیں وہ جو بغیر اسباب بھی اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے ہمارا حامی وناصر ہو۔آمین

اشاعتِ خاص

قائد احرار ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان شاء اللہ ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت خاص نمبر شائع کر رہا ہے، احباب سے گزارش ہے کہ جلد از جلد اپنے مضامین، یادداشتیں، خطوط، آٹوگراف وغیرہ جلد از جلد ارسال کریں تاکہ اشاعت جلد ہو سکے۔(ادارہ)

امام اہلِ سنت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ   قسط: ۱

امیر المومنین سیدنا عمر ابن خطاب سلام اللہ و رضوانہ علیہ

دین اسلام کی عزت و آبرو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے ایمان کا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں نکلا تو آپ حرم میں پہنچ چکے تھے۔ میں کچھ پیچھے ہٹ کے رک گیا آپ نے نماز کی نیت باندھی اور سورہ الحاقہ کی تلاوت شروع کی میں قرآن کریم سن کر بہت متعجب ہوا اس کے الفاظ، تراکیب، ترتیب اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی روانی اور حلاوت میں کھو گیا۔ اور دل میں کہنے لگا کہ واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے نابغہ و شاعر ہیں اس خیال کا آنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ آیت کریم جاری ہوئی: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ

ترجمہ: تحقیق وہ نبی ہی کی بات ہے کسی شاعر کا شعر نہیں

میں نے سوچا یہ تو دل میں آنے والے خطرات و خیالات بھی جان لیتے ہیں یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاہن ہیں۔ میں اسی اُدھیڑ بن میں تھا کہ آپ نے پڑھا:

قَلِيْلاً مَّا تُؤْمِنُوْنَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ تَنْزِيْلٌ مِّن رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: تم بہت کم مانتے ہو اور نہ وہ کسی کاہن کی بات ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو یہ جہانوں کے پالنہار کی اتاری ہوئی ہے''

میرے اس وسوسہ کی بھی تغلیط ہوگئی میں تو ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا اور اندر سے ہل گیا مجھے دین آباء جھوٹا دکھائی دینے لگا اور محمدؐ و کلام محمدؐ کے حق ہونے کے آثار پیدا ہونے لگے۔ آپ حرم سے باہر نکلے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہولیا آپ نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو پوچھا کون؟ میں نے کہا عمر۔ فرمایا عمر میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔ آپ کے اس کلام میں کیا تاثیر تھی کہ میں لرزلرز گیا اور بے اختیار میری زبان پر **اشھد ان لا إلٰهَ الا اللهُ و اشھد أنَّ محمداً عبدهٗ و رسولهٗ** جاری ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوئے تو پھر کیفیتیں بدلنے لگیں اور نفس کے قدم ڈگمگانے لگے۔ تلوار لٹکائے ہوئے بوجھل قدموں سے گھر واپس جا رہے تھے کہ قبیلہ بنی زہرہ کا ایک شخص ملا۔ پوچھا: عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا: جس نے ہمیں دین آباء سے منحرف کیا ہے آج اس کا کام تمام کرنے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ددھیال بنی ہاشم اور ننھیال بنی زہرہ سے کیسے بچ سکو گے؟ کہنے لگے معلوم ہوتا ہے تو بھی منحرف ہو چکا ہے۔ مسافر نے کہا: میں اس سے زیادہ حیران کن بات تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہاری بہن اور بھائی بھی باپ دادا کا راستہ چھوڑ چکے ہیں۔

عمر سنتے ہی بہنوئی کے گھر کی طرف چل دیئے عمر کے قدموں کی آہٹ پا کر حضرت خبّاب جو عمر کی بہن اور بہنوئی کو قرآن کریم کی سورہ طٰہٰ پڑھا رہے تھے چھپ گئے۔ عمر نے پوچھا تم کیا پڑھ رہے ہو؟ میں پوچھتا ہوں تم کیا بڑ بڑا رہے ہو؟، خاموش کیوں ہو بولو، تمہاری ماں تمہیں روئے بولتے کیوں نہیں ہو؟ معلوم ہوتا ہے تم دین آباء سے بیزار ہو چکے ہو۔

بہن اور بہنوئی نے بیک زبان کہا کہ ہاں ہم نے شرک سے توبہ کر لی ہے اور دعوت محمدی پر لبیک کہتے ہوئے ہم ایک الٰہ پر ایمان لے آئے ہیں بس پھر کیا تھا ایک طوفان تھا جو جوان بیچاروں پر ٹوٹ پڑا۔ مکے گھونسے لاتیں، ٹھڈے، پٹخنیاں......اف خدایا قہر سامانی کی انتہا ہوگئی۔ شرک نے آخر شکست سے دوچار ہونا ہے۔ تھک ہار کر عمر نے کہا لاؤ میرے سامنے جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی پڑھوں، دیکھوں وہ کیا ہے۔ بہن بولیں:

عمر! اب جو ہونا تھا ہو چکا مگر یاد رکھو تو ناپاک ہے اور وہ مقدس کلام الٰہی، تم اسے چھو بھی نہیں سکتے۔ اول تو غسل کرو نہیں تو وضو کرو پھر اس کتاب کو ہاتھ لگاؤ۔ عمر نے وضو کیا زخموں سے چُور موحدہ بہن نے کلام پاک کے اوراق عمر کو دیئے یہ سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات تھیں جب عمر نے پڑھنا شروع کیا تو پڑھتے پڑھتے آیت:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِی وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی . (بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی اللہ نہیں پس تو میری عبادت کر اور نماز قائم کر) پر پہنچے تو کانپ اٹھے اور ہیبت الٰہی نے زیر کر لیا۔ اوراق ہاتھ سے چھوٹ گئے۔ دوبارہ اٹھائے اور پھر الٹ پلٹ کر دیکھے تو سورہ تغابن سامنے آئی۔ اس کو پڑھنا شروع کیا تو جب **فَاٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا** پر پہنچے تو بے اختیار زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو گیا۔ اہل خانہ نے خوشی سے اللہ اکبر کہا۔ عمر بہت بے اختیار ہوگئے اور کہا کہ میں محمد ابن عبداللہ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ یہ سنتے ہی خباب نے کہا کہ عمر تمہیں مبارک ہو کہ جمعرات کے دن تمہارے لیے ہمارے رسول نے دعا فرمائی تھی: **اَللّٰھُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بن الخطّاب** (اے اللہ! اسلام کو عزت دے عمر بن خطاب سے) میرا یقین ہے کہ تمہاری یہ کیفیت محمد رسول اللہ کی اسی دعاء کا اثر ہے۔ آؤ میرے ہمراہ میں تمہیں ہادیٔ برحق کے پاس لے چلتا ہوں۔

حضرت خباب جب عمر کو بارگاہ نبوی میں لیے حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش گاہ کے دروازہ پر سیدنا حمزہ، سیدنا طلحہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کھڑے تھے۔ عمر کو دیکھتے ہی فرمایا اگر سیدھی نیت سے آیا ہے تو ہمارا بھائی ہے اور اگر بدنیت ہے تو اس کو ٹھکانے لگانا بہت آسان ہے۔ سیدالرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو چکی تھی اور تمام احوال منکشف ہو چکے تھے آپ بنفس نفیس گھر سے باہر تشریف لے آئے۔

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

اور فرمایا: **مَتٰی یا عمر؟**۔ عمر باز نہیں آؤ گے؟

یہ فرمایا اور عمر کے قمیص کے دامن کو جھٹکا دیا۔ عمر کہتے ہیں میں گھٹنوں کے بل گر پڑا اور میرا جسم چُور چُور ہو گیا اور میں نے کلمہ شہادت پڑھ کے توحید و رسالت کی گواہی مکمل کر دی۔

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے: کچھ سمجھا کہ عمر کا جسم چُور چُور کیوں ہو رہا تھا؟ یہ نبی کے ہاتھ اور نگاہِ رسول کی توجہات تھیں جنہوں نے عمر کے باطن میں گھات لگائے بیٹھے شرک کے بُت کو مسمار کر دیا تھا۔ جس نے عمر کے نفس کو بار بار بہلایا پھسلایا تھا آج وہ چُور چُور ہو کر بھاگ رہا تھا۔

آپ ۵۷ ویں مسلمان تھے۔ آپ اسلام لائے تو مکہ میں اسلام کا اعلان عام ہوا۔

آپ عشرہ مبشرہ میں داخل تھے۔

آپ دوسرے خلیفہ عادل و راشد تھے۔

آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر تھے۔

آپ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔

آپ ۵۳۹ احادیث مبارکہ کے مقدس راوی تھے۔

آپ سے روایت کرنے والے صحابہ:

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت ابوذر، حضرت عمرو بن عبسہ، حضرت عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس عبداللہ بن زبیر انس بن مالک　حضرت ابوہریرہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت براء بن عاذب، حضرت ابوسعید خدری اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم ورضوان نے آپ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

آپ پردہ کے معاملہ میں انتہائی مضبوط آدمی تھے آپ کی محنت سے عورتیں مسجدوں میں آنے سے روک دی گئیں، آپ دوسرے نامزد خلیفہ اور پہلے امیرالمؤمنین ہوئے۔

آپ نے ہی تراویح کی نماز باجماعت قائم کی۔ سیدنا علی رضی اللہ نے تراویح کی جماعت سے مسجدیں آباد و روشن دیکھیں تو فرمایا اللہ عمر کی قبر منور کرے انھوں نے ہماری مساجد کو آباد اور روشن کر دیا۔

آپ نے سنِ ہجری کا اجراء کیا۔

آپ نے بیت المال قائم کیا۔

آپ نے ہجو کرنے والے شعرا کو سزا دی۔

آپ نے شرابیوں کو ۸۰ درے مارے۔

آپ نے نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر امت کو جمع کیا۔

آپ نے ملک بھر میں دفتری نظام قائم کیا۔

آپ نے بحری راستوں سے غلّہ کی نقل وحمل کا بندوبست کیا۔

آپ نے میدانوں کی پیائش کروائی۔

آپ نے ہی دُرَّہ تمہاری ہاتھ میں رکھا اور مثل مشہور ہوگئی۔''عمر کا دُرَّہ تمہاری تلواروں سے بہتر ہے''

آپ نے ہی شہروں میں قاضی مقرر کیے۔

ایک گودام بنایا جس میں آٹا، ستو، کھجور، منقہ انجیر کا سٹاک کیا تاکہ مسافر آسانی سے تمام زادِراہ وہاں سے لے سکیں۔

مکہ و مدینہ کے درمیان تمام سہولتیں مہیا کرنے کے لیے چوکیاں بنائیں۔

آپ نے محکمہ ڈاک ایجاد کیا۔

آپ نے پولیس کا محکمہ قائم کیا۔

آپ نے فوجیوں کا اوران کے بچوں کا وظیفہ مقرر کیا۔آپ نے فوج کی باقاعدہ تنظیم کی ان کے رجسٹر بنائے۔

آپ نے مثالی معاشی عدل قائم کیا اور ملک بھر کے ناداروں کے وظائف مقرر کیے۔

آپ نے نظام زراعت میں پہلی تبدیلی کی، عراق کی زمین بیت المال کی ملکیت قرار دیں۔

آپ نے برسراقتدار آنے کے بعد گیہوں کی روٹی ترک کردی۔

آپ نے ہی رات بھر مدینہ کی گلیوں میں گھوم پھر کردارالخلافہ کی حفاظت اوراہل مدینہ کے حالات جانچنے کی طرح ڈالی

تجھ سے پہلے عام کہاں تھی خدمت کی یہ ریت
تونے پالی پریت نبی سے تیری انوکھی پریت

آپ نے پہلی مرفہ الحال اسلامی ریاست قائم کی۔جس میں حریت، مساوات اور سوشل سکیورٹی کی مکمل ضمانت تھی اور جس کی نظیر پوری دنیا میں کوئی نہ لاسکا۔

آپ نے اکیس مسائل میں جورائے بارگاہ رسالت میں پیش کی **اللہ سبحانہ وتعالی** نے ان مسائل کے بارے میں آیات نازل فرمائیں تو حضرت عمر کی رائے بالکل ان کے مطابق تھی۔

آپ نے گورنروں کو ہدایا جاری کیں، ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو، عمدہ کھانا مت کھاؤ، باریک کپڑا نہ پہنو، ضرورت مندوں کو براہ راست ملو، دروازے پر حاجب مت بٹھاؤ۔

آپ نے ہی ایک عام آدمی کو یہ حوصلہ بخشا کہ وہ حاکموں کی غلطیوں کی شکایت امیرالمؤمنین تک کرے اور گورنر سے عام آدمی کو بدلہ لینے کی جرأت بخشی۔

آپ نے تمام یہودیوں کو حجاز سے نکال کر شام کی طرف بھیج دیا اور نجران کے یہودیوں کو کوفہ میں منتقل کردیا اور

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم **أخرجو الیهود من جزائر العرب** (یہودیوں کو عرب کے جزائر سے نکال باہر کرو) نافذ کر دیا۔ آپ نے ہی نبی کا فیصلہ نہ ماننے والے کی سزا قتل نافذ کی۔

تیسرا چاند:

ام المؤمنین سیدہ طاہرات وطیبات عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حسب معمول اپنے حجرہ میں سوئی ہوئی تھی کہ میں نے خواب میں اپنے حُجرہ میں تین چاند اترتے دیکھے۔ صبح ہوئی تو مسرور بھی تھی اور متشوش بھی۔ میرے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ خوابوں کی تعبیر میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور رات کا سارا خواب سنایا۔ ابا جان نے فرمایا: بیٹی عائشہ تمہارے حجرے میں اس عہد کے تین عظیم انسان دفن ہوں گے۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ کو سید الرسل مولائے کل صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ حجرۂ عائشہ میں آرام فرمائے مہدِ خاک ہوئے۔ ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ میں سیدنا عبداللہ ابوبکر صدیق خلیفۂ بلافصل بھی عقبیٰ کے سفر پر چلے گئے تو آپ کے منزل قبر گرامی بھی اسی حجرۂ عائشہ میں بنی۔ اور جب فاروق اعظم عمر بن خطاب ۲۶ ذی الحجہ کو زخمی ہوئے تو ۲۳ھ تھا۔ اور ۲۴ھ کی چاند رات یکم محرم کو آپ کی روح پرفتوح جسم سے ظاہری تعلق ختم کر کے روح عصر میں جا ملی تو یہ تیسرا چاند بھی سیدۂ کائنات کے حجرۂ مقدس کے دروازے پر اپنا جسم رکھواتا ہے اور عبداللہ ابن عمر سیدۂ کائنات کی خدمت اقدس میں عرض کرتے ہیں: اے ہماری مقدس ماں آپ کا بیٹا عمر حجرہ کی مٹی میں سونے کے لیے حاضر ہوا ہے اور اجازت مانگتا ہے۔ چنانچہ اسلام کا یہ تیسرا چاند بھی حجرۂ عائشہ کی بدلیوں میں چھُپ گیا۔ یہ تیسرا چاند بنوعدی کا وہ ماہتاب ہے جسے عمرو بن ہشام (ابوجہل) کی بہن حَنتَم نے جنا تھا جن کے والد خطاب بن نفیل قریش میں ممتاز سردار مانے جاتے تھے۔ اور قریش کی سفارت کے فرائض اکثر و بیشتر خطاب ہی اداء کیا کرتے تھے۔

(جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
بہ فیضانِ نظر ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
25 جون 2021ء
جمعرات بعد نماز مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
حضرت حافظ سید محمد کفیل بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ درسِ قرآن ہوتی ہے
الداعی
انتظامیہ مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061 4511961

علامہ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

چشم فلک نے یہ نظارہ ایک اور صرف ایک ہی دفعہ دیکھا ہوگا کہ چوبیس لاکھ مربع میل کا فرماں رواں، اپنے ایک صوبائی دارالحکومت کے دورے پر روانہ ہوا ہے۔ جلو میں نہ خدم، نہ حشم، نہ باڈی گارڈ، نہ اور کوئی کروفر، صرف ایک غلام ہمراہ ہے اور سواری کے لیے ایک اونٹ، فرماں روائے مملکت اور اس کا غلام باری باری سوار ہوتے ہیں۔ طرفہ تماشا یہ کہ جب صوبائی دارالحکومت قریب آتا ہے تو سوار ہونے کی باری غلام کی ہے۔ وہ بصد منت اپنے مالک سے عرض کرتا ہے کہ اب آپ ہی سوار ہوئیے، مگر وہ اس کی پیش کش کو ٹھکرا دیتا ہے۔ اپنے وقت میں کرۂ ارض کا سب سے بڑا حکمران ہے، مگر بدن پر پیوند لگا ہوا کرتہ ہے۔

یہ ہیں خلیفۂ راشد دوم، سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب خلیفۃ المسلمین کی گذر بسر کا یہ حال ہے، تو اس کے وقت میں عمال سلطنت کس قماش کے ہوں گے؟ یقیناً وہ بھی اسی طرز طریق کے پابند ہوں گے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گورنر ہاؤس تشریف لے گئے، تو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے صوبائی گورنر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے مسکن میں صرف ایک ٹوٹی ہوئی پلنگڑی، ایک تلوار اور ایک ڈھال، یہ تھی کل کائنات متمدن علاقہ میں متعین حاکم کے اثاث البیت کی، سچ ہے، جو پیغمبر اپنے ساتھیوں کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہوں:

مالی و للدنیا و ما انا الا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح و ترکھا

مجھے دنیا سے کیا تعلق، میری مثال تو اس سوار کی سی ہے، جو سائے کے لیے ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا، پھر اسے چھوڑ کر چلا گیا۔

ان کے تربیت یافتگان، عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جیسے نہ ہوں تو اور کیسے ہوں گے؟

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ قریش کے عالی نسب خاندان سے تعلق رکھتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلقین و تبلیغ پر مشرف باسلام ہوئے دو مرتبہ حبشہ کو اور پھر مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ ایک اللہ سے رشتہ جوڑ لینے کے بعد باقی سب سے توڑ لیے تھے۔ بادۂ توحید سے سرمستی کا یہ عالم تھا کہ بدر کے میدان میں ان کا والد سامنے آ گیا، آپؓ طرح دیتے رہے مگر وہ نہ ٹلا، تو ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا (۱)۔ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے احد کے روز، زرہ کی کڑیاں، آنحضرت کے رخسار مبارک میں کھب گئیں، ان کو نکالتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ وقتاً فوقتاً حضور اقدس ان کی ماتحتی میں سرایا بھی بھیجتے رہے۔ عہد صدیقی اور فاروقی میں انہوں نے نہایت گراں قدر جنگی خدمات انجام دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے انہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بجائے امیر مقرر فرمایا۔ شامی فتوحات انہی کی قیادت میں ہوئیں۔

۱۸ھ میں شام کے علاقہ میں ایک وبائی بیماری پھوٹ پڑی، جس میں بہت سے صحابہؓ کی جانیں چلی گئیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی بیماری (طاعون عمواس) میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

حضرت ابوعبیدہؓ کا امتیازی وصف، امانت داری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لکل امة امین و امین هذه الا مة ابو عبیدة بن الجراح

ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

نجران کے نصاریٰ، جب مباہلہ کے لیے آمادہ نہ ہوئے، تو جزیہ ادا کر کے ماتحتی میں رہنا منظور کرلیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، کہ کسی دیانت دار آدمی کو ہم پر مقرر فرما کر ہمارے ساتھ بھیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں، میں تمہارے ساتھ ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا، جو حد درجہ امانت دار ہے۔ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حکم کی فضیلت حاصل ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ کو کھڑا ہونے کا حکم دیا اور انہیں روانہ فرمادیا۔ (صحیح بخاری وغیرہ)

سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ کے یہی فضائل اور محاسن تھے، جن کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عشرہ مبشرہ میں شامل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: **ابو عبیدة بن الجراح فی الجنة** (ابوعبیدہ جنت میں ہیں) رضی اللہ عنہ وارضاہ

حواشی

(1) ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اسے قطع رحمی پر محمول کرے، مگر حقیقت ہے کہ یہی ایک کارنامہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی اتنی بڑی منقبت ہے، جس کے برابر دوسری کوئی فضیلت شاید ہی ہو۔ درج ذیل آیت کریمہ اور اس کا ترجمہ پڑھئے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا آبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآئَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْعَشِيْرَتَهُمْ. اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا. رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

وہ لوگ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں تم انہیں نہیں دیکھو گے کہ اس شخص سے دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے، اگرچہ وہ ان کے باپ دادا، بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہوں، یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور اپنے غیبی فیض سے ان کی تائید کی ہے۔ وہ انہیں ایسی بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے وہ اللہ کی جماعت ہے۔ سن لو، اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہوگی۔

عطا محمد جنجوعہ

سفرِ ہجرت میں آلِ ابوبکرؓ کی خدمات

مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں میں جب شدت آ گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے اجازت چاہی۔

سیدہ عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تمہاری ہجرت کی جگہ مجھے خواب میں دکھائی گئی ہے۔ وہاں کھجور کے باغات ہیں اور وہ دو پتھریلے میدانوں کے درمیان واقع ہے، چنانچہ جنھیں ہجرت کرنا تھا، انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جو لوگ سرزمین حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے وہ بھی مدینہ چلے آئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ ہجرت کی تیاری شروع کر دی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کچھ دنوں کے لیے توقف کرو، مجھے توقع ہے کہ ہجرت کی اجازت مجھے بھی مل جائے گی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی توقع ہے؟ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں''۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سفر کے خیال سے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور دو اونٹنیوں کو جو ان کے پاس تھیں، چار ماہ تک کیکر کے پتے کھلا کر تیار کرنے لگے (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۳۹۰۵)

مشرکین مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمان ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف نکلے جا رہے ہیں تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا اس غرض کے لیے دارالندوہ میں ایک خاص اجلاس منعقد کیا گیا جس میں سارے قبائل کے رؤسا شامل تھے۔ بالآخر ابوجہل کی رائے پر سب کا اتفاق ہوا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نمائندہ بھیانک منصوبہ میں شریک ہو اور اسی وقت کاشانہ نبوت کا محاصرہ کر لیا گیا۔ قریش مکہ اسلام کی دعوت کے خلاف تھے لیکن انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت پر پورا یقین تھا اُن کی امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں محفوظ تھیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کی سازش کا علم ہوا تو آپ نے سیدنا علی المرتضیٰ کو بلایا اور کہا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہوا ہے تم میرے بستر پر سو جاؤ اور صبح کو ساری امانتیں واپس کر دینا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت مل گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن ہم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے، عین دوپہر تھی کہ کسی نے ابوبکرؓ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر رومال ڈالے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہمارے یہاں اس وقت آنے کا نہیں تھا۔ سیدنا ابوبکرؓ بولے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں، ایسے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص وجہ سے ہی تشریف لائے ہوں گے۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، ابوبکرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''اس وقت یہاں سے تھوڑی دیر کے لیے سب کو اٹھادو'' سیدنا ابوبکرؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہاں تو آپ ہی کے گھر والے ہیں، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا کہ ''مجھے ہجرت کی اجازت دے دی گئی ہے''۔ سیدنا ابوبکرؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کیا مجھے رفاقت سفر کا شرف حاصل ہو سکے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ہاں'' انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ان دونوں میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیکن قیمتاً''۔

سیدہ عائشہؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم نے جلدی جلدی ان کے لیے تیاریاں شروع کر دیں اور کچھ توشہ ایک تھیلے میں رکھ دیا۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنے کمر بند کے ٹکڑے کر کے ایک تھیلے کا منہ اس سے باندھ دیا اور اسی وجہ سے ان کا نام ''ذات النطاقین'' پڑ گیا۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ نے جبل ثور کی غار میں پڑاؤ کیا اور تین دن وہیں چھپے رہے۔ سیدنا عبداللہ بن ابی بکرؓ بھی رات وہیں جا کر بسر کرتے، یہ نوجوان اور سمجھدار تھے اور بے حد ذہین تھے۔ رات کے پچھلے پہر ان دونوں کے پاس سے واپس چلے آتے اور صبح مکہ میں قریش کے ساتھ اس طرح گھل مل جاتے جیسے رات کو وہیں رہے ہیں۔ پھر وہ جتنی باتیں اور تدبیریں انھیں نقصان پہنچانے کی سنتے، انھیں یاد رکھتے اور رات کی تاریکی میں آتے ہی یہ تمام رپورٹ انھیں پہنچا دیتے۔ سیدنا ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ بھی ان کے آس پاس اس طرح بکریاں چراتے کہ جب کچھ رات گزر جاتی تو وہ بکریوں کو ان کے پاس لے جاتے تو وہ رات کے وقت تازہ اور گرم دودھ پی کر رات بسر کرتے۔ پھر عامر بن فہیرہ صبح منہ اندھیرے ہی ان بکریوں کو ہانک لے جاتے تھے، چنانچہ وہ تین راتوں میں ہر شب ایسا ہی کرتے رہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ نے قبیلہ بنو دیل کے ایک شخص کو مزدور مقرر فرمایا۔ یہ بنو عبد بن عدی میں سے تھا جو بڑا واقف کار رہبر تھا۔ آل عاص بن وائل سہمی کا یہ حلیف بھی تھا اور کفار قریش کے دین پر تھا ان بزرگوں نے اس پر اعتماد کیا، اور اپنے اونٹ اس کے حوالے کر دیے۔ طے یہ پایا کہ تین راتیں گزار کر یہ شخص غار ثور میں ان سے ملاقات کرے۔ چنانچہ تیسری رات کی صبح کو وہ دونوں اونٹ لے کر آ گیا، اب سیدنا عامر بن فہیرہؓ اور یہ راستہ بتانے والا ان حضرات کو ساتھ لے کر ساحل کے راستے سے ہوتے ہوئے روانہ ہوئے۔ (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۳۹۰۵)

مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کیا۔ نقوش قدم کے سہارے جبل ثور تک پہنچ گئے۔ نقوش گڈ مڈ ہو گئے پہاڑ کے اوپر چڑھے۔ غار کے پاس سے گزرے دیکھا کہ غار کے منہ پر مکڑی کا جالا ہے۔ انھوں نے غار کو گھیر

لیا پورا غار اُن کی نگاہوں کے سامنے آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو اطمینان دلایا اور اللہ کی معیت کا مژدہ سنایا، سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ ابو بکر نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جبکہ میں غار ثور میں تھا۔ اگر مشرکین کے کسی آدمی نے اپنے قدموں پر نظر ڈالی تو وہ ضرور ہمیں دیکھ لے گا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (**ماظنک یا ابابکر باثنین اللہ ثالثھما**) اے ابو بکر ان دونوں کے بارے تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہو۔'' البخاری فضائل صحابہ باب مناقب المھاجرین 3653۔

قرآن حکیم نے ہجرت کے واقعہ کی تصویر کشی کی ہے۔ یہ قصہ سورۃ التوبہ کی چند آیات میں مذکور ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

اگر تم ان (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جبکہ انہیں کافروں نے (دیس سے) نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنھیں تم نے دیکھا ہی نہیں اس کے کافروں کی بات پست کر دی اور بلند وعزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ نے معارف القرآن میں وضاحت فرمائی:

آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا واقعہ پیش کر کے یہ بتلا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول علیہ الصلاۃ والسلام کسی انسان کی نصرت وامداد کا محتاج نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست غیب سے امداد پہنچا سکتے ہیں، جیسا کہ ہجرت کے وقت پیش آیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برادری اور اہل وطن نے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا، سفر میں آپ کا رفیق بھی ایک صدیقؓ کے سوا کوئی نہ تھا، دشمنوں کے پیادے اور سوار تعاقب کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پناہ بھی کوئی مستحکم قلعہ نہ تھا بلکہ ایک غار تھا، جس کے کنارے تک تلاش کرنے والے دشمن پہنچ چکے تھے، اور رفیق غار ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کا تو غم نہ تھا، مگر اس لیے سہم رہے تھے کہ یہ دشمن سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ ثبات بنے ہوئے نہ صرف خود مطمئن تھے بلکہ اپنے رفیق صدیقؓ کو فرما رہے تھے **لا تحزن ان اللہ معنا** ''تم غمگین نہ ہو کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے''

یہ بات کہنے کو تو دو لفظ ہیں جن کا بولنا کچھ مشکل نہیں، مگر سننے والے حالات کا پورا نقشہ سامنے رکھ کر دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھیں کہ محض مادیات پر نظر رکھنے والے سے یہ اطمینان ممکن ہی نہیں، اس کا سبب اس کے سوا نہ تھا جس کو قرآن نے اگلے جملے میں ارشاد فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر تسلی نازل فرما دی اور ایسے لشکروں سے آپ کی امداد فرمائی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا''

یہ لشکر فرشتوں کے لشکر بھی ہو سکتے ہیں اور پورے عالم کی قوتیں خود بھی خدائی لشکر ہیں وہ بھی ہو سکتی ہیں، جس کا

نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر کفر کا کلمہ پست ہو کر رہا اور اللہ ہی کا بول بالا ہوا (معارف القرآن)

مشرکین مکہ کو سیدنا ابوبکرؓ سے خاندانی عداوت نہ تھی جب سے انھوں نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی امور میں ساتھ دیا تو مشرکین نے ابوبکرؓ کو بھی نکلنے پر مجبور کیا، ہجرت کے دوران اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی تو اُس دوران سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ دو میں سے دوسرے تھے اور اللہ تعالیٰ تیسرا تھا۔

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ کے مصداق سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جب غار میں پہنچے تو ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ٹھہریں پہلے میں غار صاف کرلوں جب ابوبکرؓ نے دیکھا غار میں ایک سوراخ ہے تو اس پر اپنا قدم رکھ کر بند کر دیا اور عرض کیا یارسول اللہ ہوسکتا ہے اس میں سانپ وبچھو ہوں وہ مجھے ڈنگ ماردیں آپ اس سے محفوظ رہیں یہی وجہ ہے کہ جب کفار غار ثور کے اوپر پہنچ گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غم ہوا کہ کہیں کفار آپ کو قتل نہ کردیں تو رسول اللہ نے فرمایا **لا تحزن ان اللہ معنا**

شب ہجرت اللہ کی معیت خاصہ میں رسول اللہ کے ساتھ ابوبکرؓ شریک تھے مخلوق میں سے کوئی آپ کا شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تسکین نازل فرمائی جب خوف کے وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطمینان دلایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت کے نزول کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی وجہ سے سیدنا ابوبکرؓ بھی یقیناً شریک تھے۔

مولوی کرم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی مرحوم کے والد گرامی) نے آفتاب ہدایت میں بجا طور پر موقف اختیار کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر الٰہی خود ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا تھا تو اس کے جواب میں رافضی مجتہد محمد حسین نے تردید کی ''آنحضرت نے اس سفر ہجرت کے لیے نہ ابوبکر صاحب سے کوئی مشورہ لیا تھا اور نہ ہی خفیہ سفر میں اُن کو ہمراہ لے جانے کا کوئی پروگرام مرتب کیا تھا بلکہ آنجناب تو بامر الٰہی اپنے برادر خورد حضرت علی کو اپنے بستر پر سلا کر تنہا اس مہم پر روانہ ہوئے مگر جب ابوبکر کو کسی طرح آپ کے سفر کی اطلاع ہوئی تو (خدا معلوم کس قصد سے) راستہ میں آنحضرت سے جاملے اور ہمراہ چلنے کی خواہش ظاہر کی اور آنحضرتؐ نے (خواہ افشائے راز کے خوف سے یا کسی اور مصلحت سے) اُن کو واپس نہ لوٹایا بلکہ ہمراہ ہی رکھا''۔ اپنے دعوی کے ثبوت میں مزید تاریخی حوالہ پیش کیا ہے کہ: ''شب ہجرت حضرت علی چادر نبی اوڑھ کر بستر رسول پر سوئے ہوئے تھے اور کفار مشرکین ان کو رسول سمجھ کر پتھر مار رہے تھے اچانک ابوبکر آئے اور کہا یا رسول اللہ! حضرت امیر نے چادر سے سر نکال کر فرمایا وہ تو بئر میمون کی طرف تشریف لے گئے چنانچہ ابوبکر ان کے پیچھے گئے اور پھر ان کے ہمراہ غار میں داخل ہوئے'' (تجلیات صداقت جلد اول ص 123) چونکہ اہل سنت کی روایات اُن کے ہاں قابل قبول نہیں چنانچہ مذکورہ بالا موقف کو مدنظر رکھ کر چند قابل غور نکات ہیں۔

(۱) قریش مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا وہ آپ کی حرکات وسکنات پر نظر رکھے ہوئے تھے اُن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے سفر کی خبر نہ ہوئی حضرت ابوبکر کو کس طرح ہوگئی؟ خود چل کر اُن کے گھر گئے؟ اگر ابوبکر (نعوذ باللہ) مومن نہ تھے تو علیؓ نے ابوبکر کو (نبی کریم کے بئر میمون کی طرف جانے کی) خبر دے کر نبوت کا راز کیوں فاش کیا؟

(۲) جب علی نے ابوبکر کو بتادیا تو ابوبکر نے دروازہ کے باہر کھڑے پتھر مارنے والوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیوں نہ کیا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ تبلیغ سے جو مسلمان ہوئے آپ کے نزدیک اُن میں علیؓ کے سوا کوئی مومن نہ تھا جس سے آپؐ مشورہ کرتے اور اُسے ہم سفر بناتے آپ کے اس موقف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم وتزکیہ کی اثر پذیری ظاہر نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے تزکیہ کے لیے نہیں سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر مبعوث ہوئے ہیں۔

اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا شب ہجرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سونا کٹھن مسئلہ تھا اور آپ کے لیے سعادت بھی۔ اُن کی استقامت پر قربان جائیں حضرت علیؓ پتھر کھا کر دوہرے ہوئے رہے اپنا سر چادر سے نہ نکالا اور نہ ہی زبان کو جنبش دی کہ کہیں دشمن کو پتہ نہ چل جائے کہ بستر پر کون ہے؟ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور کفار حقیقت حال دیکھ کر ابوبکرؓ کے گھر کی طرف چل پڑے۔

رافضی مجتہد محمد حسین اور ان کے متبعین سے کچھ سوال مزید یہ بھی ہیں کہ:

آپ کے بقول ابوبکر ایمان سے تہی دست ہونے کے باوجود سیدنا علیؓ سے پوچھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جا ملے غور طلب پہلو کہ ہاشمی خاندان سے ماسوائے علیؓ کے کسی اور فرد نے مشکل وقت میں ساتھ کیوں نہ دیا؟ آپ کا یہ عقیدہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ تبلیغ سے مکہ کے چند لوگ مسلمان تو ضرور ہوئے مگر علیؓ کے سوا کوئی مومن نہ تھا۔ آپ کا یہ نظریہ صریحاً باطل اور تاریخی حقائق کے منافی ہے کیونکہ جو تپتی ریت دھکتے کوئلوں پر لیٹ کر احد احد پکارتے رہے وہ یقیناً مومن تھے۔ مخبر صادق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جماعت میں سے شب ہجرت کے لیے ابوبکر کا انتخاب کیا جو قبل ازیں سفر وحضر میں دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آپ کے ساتھ رہے۔ ہجرت نبوی کے راز دان علیؓ ابوبکرؓ اور آل ابوبکر تھے۔

قریش مکہ نے محاصرہ سے مایوس ہو کر ابوبکر کے دروازہ پر دستک دی۔ اسماء بنت ابوبکرؓ باہر نکلیں انھوں نے پوچھا تمہارا باپ کدھر ہے؟ سیدہ نے ابوجہل کے طمانچہ کی تکلیف برداشت کر لی لیکن ہجرت کا راز فاش نہیں کیا۔

شب ہجرت سیدہ عائشہ، سیدہ اسماء دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توشہ تیار کیا اور اس کو تھیلے میں رکھا اور اسماء نے اپنا کمر بند پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑے سے اس توشہ دان کو باندھا جس کی وجہ

سے ان کا ذات النطاقین نام پڑ گیا (ماخوذ تاریخ ابن کثیر)

سیدنا ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے ہجرت سے متعلق جو ڈیوٹی لگائی تھی انھوں نے اسے احسن انداز میں سرانجام دیا وہ دن میں اہل مکہ کی نقل وحرکت اور پروگراموں کا مشاہدہ کرتے اور شام کو غار میں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد کو تمام باتوں سے مطلع کر دیتے۔ غار کے پاس پہرہ دیتے ہوئے رات گزارتے جب صبح قریب ہوتی تو مکہ پہنچ جاتے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے اپنے غلام عامر بن فہیرہؓ کی عمدہ تربیت فرمائی کہ اُس نے ہجرت کے سلسلہ میں اہم ذمہ داری نبھائی وہ مکہ کے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چراتے کسی سے فضول بات چیت نہ کرتے۔ جب شام ہوتی تو ابوبکرؓ کی بکریاں لے کر غار کے پاس پہنچ جاتے اور دودھ پیش کرتے پھر عبداللہ بن ابوبکرؓ صبح کے وقت غار سے واپس ہوتے اپنی بکریاں لے کر ان کے پیچھے نکلتے تا کہ ان کے قدموں کے آثار مٹ جائیں سیدنا ابوبکرؓ اور اُن کی آل نے انتہائی راز داری اور فطانت سے سفرِ ہجرت کے امور کو انجام دیا۔

غارِ ثور میں تین دن قیام کرنے کے بعد مدینہ کی طرف کوچ فرمایا۔ دورانِ سفر کسی نے ابوبکرؓ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ظاہر نہیں کیا بلکہ ارشاد فرمایا کہ یہ میرے رہبر ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق نے سفرِ ہجرت کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ مخلوق میں سے کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں ارشاد ربانی اذ یقول لصاحبہ سے ابوبکرؓ کی رفاقت غار تک خاص نہیں بلکہ رفاقت مطلقہ حاصل ہے۔ روضہ اطہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں خلیفۃ الرسول ابوبکرؓ کی تدفین لصاحبہ کی عملی تعبیر ہے۔ یہی دعوت فکر ہے۔ پس علمائے اہل سنت برحق طور پر یہ عقیدہ بیان فرماتے ہیں کہ : جو شخص سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی صحابیت کا انکار کرے وہ نص قرآن کا منکر ہو کر ایمان سے تہی دست ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد سے قافلہ ہجرت یثرب پہنچ گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ پڑنے لگی تو سیدنا ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر سے سایہ کیا اور اہل مدینہ نے والہانہ انداز میں استقبال کیا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے غارِ ثور میں سانپ کے ڈسنے کی تکلیف برداشت کر لی مگر گود میں سر رکھ کر محوِ استراحت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار نہیں کیا۔ ایسے سچے وفادار اور مخلص محبّ و عاشق رسول صحابی کے بارے بغض وعناد رکھنا عدل وانصاف کے کس قدر منافی ہے۔

مصادر ومراجع

1۔ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ　　2۔ صحیح البخاری

3۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد الصلابی

4۔ تجلیات صدقت بجواب آفتاب ہدایت از شیخ محمد حسین مجتہد جلد اول

5۔ سیرت خلفاء راشدین مرتبہ مولانا ارشد کمال

غلام مصطفیٰ اعوان

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام نامی اور اسم گرامی پر اعتراض

اصل موضوع پر بات کرنے سے پہلے حصول برکت وتلذذ کے لیے قرآن پاک اور احادیث نبویہ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیثیت ومرتبت کے حوالے سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں پھر ان شاء اللہ نفس موضوع پر گفتگو کی جائے گی۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ذالک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجيل.

ترجمہ: یہ شان ہے اُن کی تورات میں اور مثال اُن کی انجیل میں۔ (سورۃ الفتح- 29,28)

وهوالذی جعل لکم النجوم لتهتدوا بها فی ظلمات البر والبحر

ترجمہ: اُسی نے بنادیئے تمہارے واسطے ''ستارے'' کہ اُن کے ذریعے سے راستے معلوم کرو اندھیروں میں۔ (الانعام- 97,96)

وَعَلٰمٰتٍ وبالنجم هم يهتدون

ترجمہ: اور بنائیں علامتیں اور ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں۔ (سورۃ النحل،- 15 تا 16)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

اصحابی کا لنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

اذا رأيتم الذين يسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم

ترجمہ: جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو صحابہ پر تبراء کرتے ہیں تو تم کہو اللہ کی لعنت تم پر اس شر کی وجہ سے۔ (ترمذی، جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 227)

اسم معاویہ لغوی اور معنوی تحقیق:

جامعہ خیر المدارس ملتان سے اسی موضوع پر ایک سوال پوچھا گیا تھا۔ فاضل مفتیانِ گرامی نے اس کا نہایت تحقیقی جواب لکھا۔ سب سے پہلے ہم وہ درج کرتے ہیں اور پھر چند باتیں اپنی معروضات میں سے پیش کریں گے۔

دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیاں عظام دریں مسئلہ کہ ''معاویہ'' نام رکھنا کیسا ہے؟ بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ

اس کا لغوی معنی انتہائی بُرا ہے۔ مصباح قاموس، منجد وغیرہ، میں ایسا ہی ہے۔ نیز اس کی ''ۃ'' تانیث کی ہے کی بات درست ہے یا نہیں؟ **بینوا بالدلیل و اللّٰہ الکفیل**

المستفتی فیصل احمد بلاک نمبر 1 جوہر آباد خوشاب

الجواب:

یہ نام خیر و برکت اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا موجب ہے، کیونکہ مومنین کے ماموں اسلام کے عظیم فاتح، مشہور صحابی رسول اللہ علیہ وسلم اور کاتبِ وحی کا نام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھا۔

دشمنان اسلام مختلف بہانوں سے اس مبارک نام سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اپنا خبث باطن ظاہر کرتے رہتے ہیں، اُن کی ناک خاک آلود کرنے کے لیے یہ نام رکھنے کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ اوّلاً تو معاویہ علم ہے اور اعلام میں لفظی معنی مراد نہیں ہوتے۔ **انما ھی اعلام للاشخاص لاتقصد بھا حقیقۃ الصفۃ** (فتح الباری، جلد نمبر 10 صفحہ نمبر 475) مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کی چھٹی پشت میں ''کلاب'' کا لفظی معنی مراد کی جسارت کوئی نہیں کرسکتا۔

اسی طرح فاطمہ کے معنی لغات میں ''ایسی اونٹنی جس کا بچہ دودھ سے چھڑایا گیا ہو'' (مصباح اللغات، صفحہ نمبر 139)

(1) العباس، بہت تُرش رُو (مصباح اللغات صفحہ نمبر 548)

(2) باقر، کا معنیٰ گایوں کا ریوڑ (مصباح اللغات، صفحہ نمبر 67)

(3) جعفر، کے معنی ندی، بہت دودھ والی اونٹنی (صفحہ نمبر 114 ایضاً)

(4) اویس، کے معنی بھیڑیا (مصباح اللغات صفحہ نمبر 44)

لیکن اعلام میں لغوی معنی کا اعتبار نہ ہونے کی وجہ سے جس طرح ان ناموں میں کوئی قباحت نہیں اسی طرح اگر بالفرض ''معاویہ'' کے لغوی معنی اچھے نہ بھی ہوں تب بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔

لفظ معاویہ ''عَوِیَ'' سے مشتق ہے از رُوئے لغت اس کے حسبِ ذیل معنی ہیں

(1) کسی چیز کو موڑنا یا مروڑنا (2) عالم شباب میں مد مقابل کا پنجہ مروڑنا، (3) کسی کا دفاع کرنا، (4) جنگ یا جماعت کے لیے لوگوں کو جمع کرنا، (5) آواز دے کر پکارنا، (6) چاند کی ایک منزل (7) نشانِ راہ مسافروں کی رہبری کے لیے نصب کردہ پتھر۔

(۱) منتھی الارب، جلد دوم صفحہ نمبر 215۔ (2) لسان العرب، جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 109۔ (3) تاج العروس، جلد نمبر 15 صفحہ نمبر 260۔ (4) القاموس، صفحہ نمبر 896۔ (5) قاموس الوحید، جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 1145۔

اور اس میں ''ۃ'' وحدت کی ہے تانیث نہیں، جس کا اعتبار کرتے ہوئے معنی یوں ہوگا اکیلا موڑنے والا، دشمن کا تن تنہا مقابلہ کرنے والا، دلیر، بہادر، بلند آہنگ خطیب، تنہا رہبری کرنے والا۔

علامہ ابن منظور افریقی نے ایک معنی یہ بھی کیا ہے ''العوا'' ایسے ایک یا چند ''ستاروں'' کا نام ہے، جن کی طرف درندے (کُتے) آوازیں کستے ہیں۔ (لسان العرب جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 109)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک ''اصحابی کا لنجوم'' کی رُو سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تابناک ''ستارے'' ہیں۔ ''العوا'' ستارے کی طرح آسمانی رُشد و ہدایت کے اس درخشندہ اور مرکزی ستارے پر بھی دشمن اسلام آوازیں کستے ہیں۔

نیز مذکورہ معانی مراد ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔

(1) اہل لغت نے عملاً وضاحت کی ہے اگر لفظ ''معاویہ'' معروف بلام ہو تو اُس کا معنی سگ مادہ وغیرہ ہوں گے۔ جبکہ الف لام کے بغیر علم ہو تو یہ معنی مراد نہیں ہوں گے۔ (القاموس الوحید جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 1145)

(2) یہ نام عہد جاہلیت سے عربوں میں رائج تھا، کُتب انساب میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں اور اہل زبان نے اس کو بُرا اور معیوب شمار نہیں کیا اگر اس میں بُرائی ہوتی تو فصحاء عرب اس کو ہرگز پسند نہ کرتے۔

(3) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ بُرے نام تبدیل فرما دیتے تھے۔ (ترمذی جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 111)

لیکن اس نام کے بارے میں اشارۃً اور کنایۃً کوئی ممانعت ثابت نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار پیار وشفقت سے معاویہؓ کا نام لے کر پکارتے اور دعائیں دیتے تھے۔

(4) افصح کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دلنشیں ادا بھی اس کے اچھے معانی پر دلیل ہے۔ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں اس نام کے بیسیوں افراد موجود ہیں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''تذکرہ من اسم معاویہ'' رضی اللہ عنہ کے تحت تیس 30 سے زائد اکابر کا نام ''معاویہ'' نقل کیا ہے۔ (الاصابہ، جلد نمبر 3 صفحہ نمبر. 430) تابعین عظام اور صلحاء اُمت اس کو کبھی نہ پسند نہ فرماتے۔

آنحضرت کے چچازاد بھائی کا نام ''معاویہ بن حارث تھا۔ سیدنا علیؓ کے پوتے کا نام ''معاویہ بن عباس تھا''۔ سیدنا علیؓ کے داماد کا نام ''معاویہ بن مروان'' تھا۔ ان کے ساتھ اپنی بیٹی رملہ کا نکاح ان کے پہلے شوہر کی وفات کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بذاتِ خود کروایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد کا نام ''معاویہ بن صعصہ تھا۔ سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا حسینؓ کے بھتیجے کا نام ''معاویہ بن عبداللہ تھا۔ سیدنا امام باقر کے پوتے کا نام ''معاویہ بن عبداللہ تھا۔ سیدنا امام جعفر صادق کے دو شاگردوں کا نام ''معاویہ بن سعید اور معاویہ بن مُسلمہ تھا''

ان میں سے کسی کا نام نہیں بدلا، کیا لغت کے سہارے سے ان سب کا معنی معاذ اللہ کُتیا۔ کُتے، بھونکنا، لومڑی بچہ کیا جاسکتا ہے؟؟ یا پھر یہاں پہنچ کر لغت تبدیل ہوجائے گی۔ اور طعن وتشنیع کا ہدف بننے کے لیے صرف محسن اسلام مظلوم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہی رہ جائیں گے۔ الحاصل دشمنان اسلام کے بے سروپا شبہات کا شکار ہوکر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام سے محروم رہنا جائز نہیں۔

(1) کتبہ، مفتی محمد اسحاق، صدر مفتی

(2) مفتی عبدالحکیم، نائب مفتی

فتویٰ نمبر 101|7,87 رجب 1427ھ 3 اگست 2006ء

دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

خلاصۂ بحث:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام سے تنفر کرنے کے لیے معاویہ کے ساتھ الف لام لگا کر ''اُس کا معنی اپنے طور پر اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ بھونکنے والا۔ تاکہ لوگ جب یہ معنی پڑھیں گے تو اپنے بچوں، چوکوں، بازاروں اور مساجد کے نام ''معاویہ'' رکھنا چھوڑ دیں گے۔ لیکن ان بدفطرتوں کی اس سازش میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و رسوا اور ناکام کیا۔

لفظ ''المعاویہ'' کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ، المعاویہ کا معنی بھونکنے والا نہیں۔ بلکہ بھونکانے والا ہے۔ یوں تو ''تارے اور ستارے رات کو نکلے ہی ہوتے ہیں لیکن کچھ تارے اور ستارے اپنے مخصوص وقت پر بھی نکلتے ہیں، دُم دار تارے اور ستارے بھی کبھی کبھی طویل عرصہ بعد نمودار ہوتے۔ کچھ تارے خط مستقیم کی شکل یعنی لمبائی میں بالکل سیدھے ہر روز ذرا دیر سے نمودار ہوتے ہیں۔ اُن کے نام بھی ہیں۔

المعاویہ ستارہ صبح صادق کے قریب اذان سے کافی پہلے نمودار ہوتا ہے اُس کے نمودار ہوتے ہی کُتے، بھونکنا شروع کردیتے ہیں۔ ہر آدمی اس کا خود مشاہدہ کرسکتا ہے۔ جس طرح چاند کی روشنی کا تعلق سمندر کی لہروں کے اتار چڑھاؤ سے ہے چاند کی پہلی یعنی یکم کو سمندر میں ہلکی اور نامعلوم لہریں آتی ہیں جوں جوں روشنی ہر رات بڑھتی رہتی ہے۔ سمندر کی لہروں میں تیزی آتی ہے۔ چاند کی چودھویں رات کو سمندر کی لہریں عروج پر ہوتی ہیں بسا اوقات سمندر کا پانی طوفانی شکل اختیار کرلیتا ہے چاند 16 سے 30 تک آہستہ آہستہ کم ہوکر معمول کے مطابق ہوتا اسی کیفیت کو جوار بھاٹا کہا جاتا ہے۔

اسی طرح رات کے جس حصے میں المعاویہ ستارہ نمودار ہوتا کتے بھونکنے لگتے ہیں۔ اب اہل عقل خود اندازہ لگائیں کہ اس ستارے کو دیکھ کر کُتے بھونکتے ہیں تو ستارے کا معنی بھونکنے والا نہیں۔ بلکہ بھونکانے والا بنتا ہے، تو اگر

بالفرض سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ یہ الف لام لگاتے ہیں تو پھر معنی بنے گا بھونکانے والا۔یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کُتوں کو بھونکانے والے ہیں، بھونکنے والا معاذ اللہ نہیں۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمن جب بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو یا اُن کے نام کو دیکھتے تو کُتوں کی طرح بھونکنا شروع کر دیتے ہیں۔

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کلمہ پڑھنے آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا نام پوچھتے اگر اچھا ہوتا تو خاموش رہتے اگر نام پسند نہ آتا اُسے بدل دیتے ایسے کئی واقعات روایات میں ملتے ہیں۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ''عبدالکعبۃ'' یعنی کعبہ کا بندہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبدالکعبۃ نہیں عبداللہ۔اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے خوشی کا اظہار فرمایا! نواسے کو بوسہ دیا پوچھا بیٹی نام کیا رکھا ہے؟ عرض کیا کہ اس کے والد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کا نام حرب رکھا ہے۔حرب کے معنی جنگجو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ حرب نہیں بلکہ ''حسن رضی اللہ عنہ اسی طرح خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں بچی پیدا ہوئی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا نام رکھا ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بڑی خوشی سے جواب دیا کہ عاصیہ، عاصیہ کا معنی ہے نافرمان۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! عاصیہ نہیں بلکہ جمیلہ۔

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بلایا اور اسے بکری کا دودھ نکالنے کے لیے کہا۔جب وہ دودھ نکالنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تیرا نام کیا ہے؟

تو اُس نے کہا حزن۔حزن کا معنی غمگین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ! اُٹھ جاؤ اور چھوڑ دو ایک دودھ دوہنے والے شخص کو نام صحیح نہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھا دیا تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تو قرآن کریم کی کتابت کرنے والے تھے۔اگر اُن کا نام غلط ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدل دیتے۔لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو معاویہؓ کہہ کر پکارتے تھے۔معاویہ ادھر آؤ قرآن کی آیت لکھو معاویہؓ اِدھر آؤ میرے خطوط لکھو معاویہؓ اِدھر آؤ میرے جوتے سیدھے کرو۔معاویہ جاؤ اس غسان کے شہزادے کے ساتھ میرے تحفے لے کر آؤ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کہہ کر اُن کے دعائیں دیں کہ، اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب کا علم دے، اے اللہ! معاویہؓ کو مہدی بنا، اے اللہ! معاویہؓ کو تقویٰ عطا فرما۔

یہ ساری دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کا نام لے کر دیں اگر نام غلط ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدل دیتے اور بار بار نام نہ لیتے۔دشمن معاویہ رضی اللہ عنہ یہ کہہ سکتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ قرآن کے

کاتب تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی عزت بچانے کے لیے اُن کا نام تبدیل نہیں کیا یہ بات بالکل غلط ہے۔ یہ بات ان دشمنوں کے گندے ذہنوں میں آسکتی ہے۔لیکن خالق کائنات نے اس پروپیگنڈے سے بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کومحفوظ رکھا۔ اگر اُن کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزت بچانے کے لیے نہیں بدلا تو اُن کے علاوہ بھی کئی صحابہ رضی اللہ ہیں جن کے نام معاویہ ہیں اور تابعین میں بھی یہ مبارک نام کے لوگ موجود ہیں۔ اگر نام غلط ہوتا تو اُن کے نام معاویہ نہ رکھے جاتے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی کا نام ''معاویہ تھا'' اُسے نہیں بدلا۔

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پوتے کا نام ''معاویہ'' تھا۔ سیدنا جعفر صادق کے دوشاگردوں کا نام ''معاویہ'' تھا۔سیدنا امام باقر کے پوتے کا نام ''معاویہ'' تھا۔ان ناموں میں سے کوئی بھی نام نہیں بدلا گیا۔

اس لیے تمام اہل اسلام سے گذارش ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وسلم کے نام کو عام کریں اور معاویہؓ نام کے بارے میں مسلمانوں کے ذہن میں جو بھی شک وشبہ ڈالا گیا ہے اطمینان سے نکال دیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے نام سے محبت رکھیں۔ حضرت امام اہل سنت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ابن سبا کی نسل بھی سُن لے یہ واشگاف — نامِ معاویہ کو مٹایا نہ جائے گا
کٹتا ہے سر، تو کٹ گرے لیکن سبائیو — پرچم معاویہؓ کا گرایا نہ جائے گا

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

عبداللہ زبیر ندوی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور تحریر و تدوین حدیث

نام عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی لقب ابوہریرہؓ یمن کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ہجرت سے ۲۱ویں برس قبل ولادت ہوئی پیدائش کے کچھ روز بعد یتیم ہوگئے، اس لیے بچپن، اوائل عمر اور جوانی تنگدستی و پریشان حالی میں بسر ہوئی رشتہ داروں اور احباب میں بھی کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔ کچھ روز تک تو والدہ گھریلو قسم کی ملازمت کر کے گھر کے اخراجات پورے کرتی رہیں لیکن ابوہریرہؓ کی طبیعت اس کو کب تک گوارا کر سکتی تھی، آخر کار ایک یمنی رئیس کے گھر ملازمت کر لی۔ کام یہ سپرد ہوا کہ جانوروں کی دیکھ بھال کریں سفر میں ساتھ رہیں لیکن اس ملازمت کا معاوضہ صرف ۲ دو وقت کی روٹی ہوتی تھی، کافی عرصہ تک یہی ملازمت کرتے رہے، اچانک مالک کا انتقال ہوگیا اور کچھ روز کے بعد اس کی بیوی سے ان کی شادی ہوگئی اس طرح آپ کے معاشی حالات بہتر ہوگئے۔

اسلام کی روز افزوں ترقی، اسلام کی پاکیزہ دعوت، اسلام لانے والوں کے اخلاق اس سے متاثر ہو کر ابوہریرہؓ کا دل بھی اس دین حنیف کی طرف خود بخود مائل ہونے لگا۔ اس ارادہ کو پوشیدہ طور سے دل میں لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے ساتھ میں ان اپنا ایک غلام اور چند آدمیوں کی ایک جماعت بھی تھی راستہ میں یہ شعر زبان پر تھا ؎

یـــالیـــلۃ مـــن طـــولھـــا وعـــنـــائھـــا　　　علـــیٰ انّھا من حرارۃ الکفر نجّت

ترجمہ: اُف کس قدر طویل اور مشقت والی رات ہے مگر اس کے باوجود اس نے کفر کے دائرہ سے نجات دے دی۔

ہجری سن ۷ کا واقعہ ہے مدینہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی مہم میں مصروف ہیں۔ ابوہریرہؓ جس وقت مدینہ منورہ پہنچے تھے تو صبح کا سُہانا وقت تھا، ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، ہر سمت سناٹا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی، فجر کی نماز میں قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی تھی، جس کی آواز ان کے کانوں میں پہنچی۔ بے اختیار مسجد کی طرف بڑھے اور جماعت میں شریک ہوگئے۔ اس وقت نماز کی امامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب بنی غفار کے ایک شخص جن کا نام سباعؓ بن عرفطہ تھا کر رہے تھے، نماز سے فارغ ہو کر آپ حضرت ابن عرفطہؓ کے پاس آئے ان سے اپنی آمد کا مقصد اور سفر کے حالات بتائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم کیا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے مقام پر موجود ہیں تو ابوہریرہؓ کسی وقفہ انتظار کے بغیر فوراً کچھ توشہ لے خیبر کو روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنے اسلام کا ذکر کیا آپ کے سامنے اپنا توشہ پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ خوشی قبول کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد کا ذکر دوسرے لوگوں سے بھی کیا اور دوسرے ساتھیوں کے مشورہ کے بعد ان کا حصہ بھی مال غنیمت میں مقرر کیا۔ خیبر سے مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی واپس ہوئے اور مستقل

آپ کے جوار میں سکونت اختیار کرلی۔

روانگی کے وقت جو غلام ساتھ تھا وہ راستہ میں کہیں جُدا ہو گیا تھا، مدینہ میں وہ بھی مل گیا، جس کو انھوں نے اللہ کی راہ میں آزاد کردیا۔ ایمان واسلام کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ حال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گود میں کھلایا تھا ایک روز راستے میں مل گئے حضرت ابوہریرہؓ نے بے اختیار ہوکر ان سے گزارش کی ذرا وہ جگہ دکھایئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا انھوں نے اپنے شکم مُبارک کو کھول دیا اور حضرت ابوہریرہؓ نے بار بار اس جگہ کا بوسہ دیا۔

عبادت کا یہ عالم تھا کہ نماز اشراق تک کی سخت پابندی کرتے تھے، تسبیح وتہلیل میں تو ہر وقت ہی مصروف رہتے اس غرض سے ایک تھیلی بنا رکھی تھی، جس میں گٹھلیاں بھری رہتی تھیں ان پر وہ تسبیح پڑھتے تھے، جب تھیلی خالی ہوجاتی تو لونڈی کو حکم دیتے وہ پھر سے بھر دیتی ۵۹ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ تک زندہ رہے اور اسی سنہ میں وفات پائی اس وقت ولید بن عتبہ مدینے کے گورنر تھے، انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی جنازہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، مروان بن الحکم، عبداللہ بن نافع اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم شریک تھے۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ان کی بہت سخت صدمہ ہوا گورنر کو لکھا کہ ان کے ورثہ کو تلاش کر کے ان کو دس ہزار درہم دے دو۔ ان کی تعریف میں لکھا کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا کافی موقع ملا تھا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر اسی سال کی تھی اللہ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔

ابوہریرہ کنیت:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور صلی للہ علیہ وسلم نے ان کو ابا ہریرہ کہا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام لانے کے بعد بھی کچھ روز بکریاں اور اُونٹ چرانے کے لیے جاتے رہے، ساتھ میں ایک بلی کا بچہ ہوتا تھا جب جانور چرتے ہوتے تو وہ اس بچہ کے ساتھ کھیلا کرتے، واپسی پر وہیں ایک درخت پر اس کو بٹھا دیتے ابوہریرہ کے معنی ہیں (بلی کا باپ) لیکن یہ لقب جوان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے عطا کیا تھا، بے حد پسند کرتے تھے، بلکہ بہت خوش ہوتے تھے۔ ان کا نسبی تعلق قبیلہ دوس سے تھا جو یمن کا ایک معزز قبیلہ تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ اصحاب صفہ میں:

اصحاب صفہ میں شمولیت صرف اس ارادہ سے کی تھی کہ زیادہ سے زیادہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور مجلس میں صرف کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات واحکامات سے مستفید ہوا جائے اور

اس لیے بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت بھی ان کی آنکھ سے اوجھل نہ ہوں۔ اور جب کبھی ایسا واقعہ پیش آتا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کی پریشانی کا حال ناقابل بیان ہوجاتا۔ جاں نثاروں کے دل دھڑکنے لگتے چنانچہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے حلقہ میں رونق افروز تھے، بیچ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت سے گئے واپسی میں دیر ہوئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ گھبرا گئے کہ خدانخواستہ دشمنوں کی طرف سے کوئی گزند تو نہیں پہنچا۔ حضرت ابو ہریرہؓ اسی پریشانی کے عالم میں گھبرا کر آپ کی جستجو میں انصار کے ایک باغ کے پاس پہنچے، دروازہ ڈھونڈا تو نہیں ملا، دیوار میں پانی کی ایک نالی نظر آئی اس میں گھُس کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کی پریشانی کی داستان سنائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر واپس ہوئے۔ یہ تھی صحابہؓ کی محبت کی ایک ادنیٰ مثال!

مدینہ آکر چار سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر حدیث کا سماع کرتے رہے۔ دوسرے صحابۂ کرامؓ کی بہ نسبت حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر وقت موجود رہتے تھے۔ جس قدر فیض صحبت سے متمتع ہوتے اس قدر احادیث کا ذخیرہ ان کے پاس محفوظ ہوتا جاتا چنانچہ ان پر کثرت روایت کا الزام بھی لگایا گیا جس کا جواب انھوں نے یہ دیا۔ میرے مہاجرین بھائی تجارت میں اور میرے انصار بھائی کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے، لیکن میں مساکین صفہ کا ایک فرد تھا۔ اس لیے ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا جب وہ لوگ غائب ہوتے تھے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا اور جب یہ لوگ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا۔ اس کے علاوہ خود حضور اکرمؐ خاص طور سے ابو ہریرہ پر شفقت فرماتے تھے۔ ابو ہریرہؓ کا بیان ہوا کہ ''ایک بار میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو بھول جاتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اپنی چادر پھیلاؤ میں نے پھیلادی آپ نے دن بھر مجھ سے احادیث بیان کیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس چادر کو سمیٹ کر سینہ سے لگا لو میں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد جو کچھ بھی آپ نے مجھ سے بیان کیا میں کبھی نہیں بھولا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بھوک پیاس کی بھی فکر نہیں رہتی تھی اور کئی کئی دن فقر وفاقہ کی حالت میں بسر ہوتے تھے، لیکن اس فقر وفاقہ کے باوجود عالم یہ تھا کہ اگر کبھی سوال کا موقع آتا تو شرم وحیا علانیہ سوال کرنے سے روکتی بلکہ صرف حُسن طلب سے کام لیتے۔ حالت یہ ہوتی تھی کہ بھوک کی وجہ سے زمین پر پیٹ کے بل پڑے رہتے یا پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ کا اسلام:

ان کی والدہ کافی عرصہ تک اسلام نہیں لائی تھیں، وہ ان کو برابر اسلام کی دعوت دیتے رہتے تھے لیکن وہ انکار کر دیتیں۔ اس طرح ایک روز پھر انھوں نے اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دی اس دن وہ بہت خفا ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ کہے۔ جن کا ابو ہریرہؓ کو سخت صدمہ ہوا، روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کے لیے اسلام کی دُعا کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی ابو ہریرہؓ گھر واپس ہوئے تو دروازہ بند پایا اور اندر سے پانی گرنے کی آواز آئی۔ ان کی والدہ نے آہٹ پا کر ان کو باہر ہی روکا۔ کپڑے وغیرہ لا کر ان کو اندر بلا لیا۔ جب ابو ہریرہؓ اندر پہنچے تو ان کی والدہ کلمہ تشہد پڑھ کر مسلمان ہوگئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ خوشی کے مارے جھومتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے فرطِ مسرت سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سُنائی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دُعا کی کہ اے اللہ اپنے اس بندے کو اور اس کی والدہ کو مومن اور مومنہ کا محبوب بنا دے۔

اسلام لانے کے بعد والدہ کی اور زیادہ خدمت کرنے لگے۔ ان کی حیات میں مسلسل چار سال تک حج جیسے اہم فریضہ کو ادا کرنے نہیں گئے۔ ایک بار کئی روز سے فاقے سے تھے جب بھوک نا قابل برداشت ہوگئی تو بیتاب ہو کر گھر سے نکلے، راہ میں کچھ صحابہ مل گئے وہ بھی بھوک سے پریشان ہو کر نکلے تھے، سب مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے حاضری کا مقصد پوچھا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک ہم سب کو اس وقت آپ کے پاس لائی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق منگایا جس میں تھوڑی سی کھجوریں تھیں، ہم میں سے ہر ایک کو دو، دو عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ آج کے لیے یہی دو کافی ہیں۔ ان دو کھجوروں نے ایسا کام کیا کہ جو لوگ کئی روز کے بھوکے تھے، آسودہ ہوگئے لیکن ابو ہریرہؓ نے ان میں سے ایک کھجور اپنی والدہ کے لیے بچا کر رکھ لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ تم نے ایک کھجور کیوں رکھ لی، عرض کیا اپنی والدہ کے لیے آپ نے فرمایا کہ تم وہ کھا لو میں تمہاری والدہ کے لیے اور دے دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت مجھے دو کھجوریں اور عنایت فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کچھ عرصہ مدینہ کے گورنر اور کچھ عرصہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں یمن کے گورنر رہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ملکی خدمات انجام دیں۔ حضرت عمرؓ نے ملک میں امن وامان قائم رکھنے کے لیے محکمہ پولیس قائم کیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو بحرین کا صاحب الاحداث یعنی انسپکٹر جنرل بنایا۔ ان کے سپرد یہ فرض بھی کیا گیا کہ وہاں کے امن وامان کے علاوہ احتساب کی خدمت بھی انجام دیں۔ مثلاً ناپ تول میں دوکاندار کمی نہ کریں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بازاروں میں گھومتے پھرتے اور نگرانی کرتے، شکایات کا معقول انتظام فرماتے۔ اس کے علاوہ فتاویٰ کے سلسلہ میں بھی ان سے مشورہ لیا جاتا وہ افتاء کی مجلس کے ممتاز رکن بھی تھے۔

حفظ الحدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ کا شمار رواۃ حدیث کے طبقہ اول میں ہوتا ہے۔ انھوں نے سب سے زیادہ حدیثیں روایت کیں جن کی مجموعی تعداد ۵۳۷۴ ہوتی ہے۔ ان میں ہر قسم کی قولی اور فعلی احادیث شامل ہیں۔ دنیا کو تعجب ہے کہ صحابہ کرامؓ نے احادیث کے ذخیرے کو اس صحت و جامعیت کے ساتھ کیوں کر محفوظ رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کا

ایک فقرہ بھی ہوا کے تموج میں جذب ہو کر فنا نہیں ہوا۔حضرت ابو ہریرہؓ کا معمول تھا کہ رات کو تین حصوں میں بانٹتے ۔ایک میں سوتے ،دوسرے میں نماز پڑھتے اور تیسرے حصہ میں احادیث نبوی کو دہراتے اور یاد کرتے ۔

اس کے علاوہ اس پروگرام کی پابندی کا اس سے زیادہ اور کیا اہتمام کیا جاسکتا ہے کہ ساری رات کو تین حصوں میں اس طرح بانٹ لیا تھا کہ ان کی بیوی اور غلام بھی اس پروگرام میں ان کا ساتھ دیتے تھے تاکہ اگر اتفاق سے کسی کی آنکھ نہ کھلے تو دوسرا ان کو بیدار کردے ایسے ہی لوگوں کی تعریف قرآن شریف نے کی ہے۔

کانوا قلیلا من اللیل مایھجعون.

یہ لوگ عبادت میں مصروف رہنے کے سبب رات کو بہت کم سوتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کثیر الروایت ہونے کے باوجود حدیث بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے،انھوں نے حدیث بیان کرنے میں اطاعت رسولؐ اور خشیت الٰہی کا حق ادا کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے زمانے میں تحریر وتدوین حدیث:

صحابۂ کرام نے ان الفاظ کو محفوظ رکھنے کے لیے جو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنے تھے یا وہ اعمال جو اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے،تحریری صورت میں محفوظ رکھنے کی زیادہ ضرورت نہیں کی لیکن اس کے باوجود حضور اکرمؐ نے خود بعض لوگوں کو حدیثیں لکھنے کی اجازت دی تھی جیسا کہ خود ابو ہریرہؓ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

ان ابن عمرؓ کان یکتب ولا اکتب استاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک فأذن له

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا(بلکہ زبانی یاد رکھتا تھا)۔انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر میں اجازت طلب کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی تھی۔

حضرت ابو ہریرہؓ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو زبانی یاد کرتے تھے لیکن عہد رسالت کے بعد انھوں نے بھی اپنی روایات لکھ رکھی تھیں۔چنانچہ فتح الباری میں حسن بن عمرو ابن اُمیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان کو اپنے گھر لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے نوشتے دکھائے اور کہنے لگے دیکھو میرے پاس (سب کچھ) لکھا ہوا موجود ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ نے بلکہ خود حضرت ابو ہریرہؓ نے آخر میں احادیث نبویہ لکھ لی تھیں۔اس کے علاوہ جب قرآن مجید نازل ہو چکا اور اس بات کا خطرہ جاتا رہا کہ دونوں چیزیں خلط ملط ہوجائیں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کو لکھنے کی اجازت دے دی تھی، بلکہ کچھ عرصہ بعد اجازت عام کردی ،کیونکہ حدیث نہ لکھنے کی ممانعت ابدی ودائمی نہ تھی بلکہ عارضی ووقتی تھی۔اس لیے کہ شروع میں قرآن شریف اور حدیث کے متن کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی واقفیت اور آگاہی کا نام اس زمانہ میں علم تھا اور دینی ودنیوی عزتوں کا ذریعہ

تھا،اس لیے ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہ دیکھا سُنا، یا جانا تھا آپ کے ارشاد کے مطابق بلغوا عنی۔(ہم سے جو کچھ سُنو اور دیکھو اس کی اشاعت کرو) یا: فلیبلّغ الشاھد الغائب (جو مجھے دیکھ رہے ہیں اور مجھ سے سُن رہے ہیں وہ ان کو مطلع کردیں جو اس سے محروم ہیں)۔ وہ سب اپنی اپنی اولادوں، عزیزوں، دوستوں اور ملنے والوں کو سُناتے اور بتاتے چلے جاتے۔ یہی ان کی زندگی کا کام اور یہی ان کے شب وروز کا علمی مشغلہ تھا، اس لیے صحابہ کے فوراً بعد دوسری نوجوان پود ان معلومات کی حفاظت اور تدوین کے لیے کھڑی ہوگئی، جن کو ان میں سے ایک ایک واقعہ لفظ بلفظ یاد رکھنا پڑتا تھا اور دہرانا پڑتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنے اقوال وافعال کی اشاعت کی تاکید کردی تھی، اس کی بھی تہدید کردی تھی کہ ''جو کوئی میرے متعلق قصداً کوئی غلط یا جھوٹ بات منسوب کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا''۔ اس اعلان کا یہ اثر تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ روایت کرتے وقت تھر تھر کانپتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بار روایت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نقل کی تو چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا، تھرا گئے پھر کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب فرمایا تھا۔

واقعات کو محفوظ رکھنے کے لیے عرب کی عام عادت حفظِ روایت ہی تھی نہ کہ تحریر وکتابت۔ ان کو اس میں نہایت درجہ کمال حاصل تھا، خطبے اور قصائد سینوں میں محفوظ رکھتے اور اُن کو دُہراتے رہتے۔ یہ قدرتی امر ہے کہ جس عضوو قوت کو کام میں لایا جائے گا اس میں ملکہ اور مہارت پیدا ہوجائے گی۔

پس اہل عرب کے حافظے ان میں عام طور پر تحریر کے رائج نہ ہونے اور تمدنی اسباب وآسائش کے کم ہونے اور زیادہ تر قوت حافظہ کے کام لینے اور اس پر پورا پورا اعتماد کرنے کے سبب نہایت قوی تھے۔ وہ کسی تحریر یا بیاض کے محتاج نہیں تھے، جس طرح آج کل وفور علم ووسعت معلومات کا مدار کثرت مطالعہ پر ہے، ان ایام میں قوت حافظہ کی جودت پر تھا۔

عربوں کا حافظہ نہایت قوی ہوتا تھا، سینکڑوں ہزاروں شعر کے قصیدے زبانی یاد رکھتے تھے، صحابہ کرامؓ وتابعین نے قوت حفظ کو معراج کی کمال تک پہنچا دیا، وہ ایک ایک قول اس طرح زبانی سُن کر یاد کرتے تھے جس طرح آجکل مسلمان قرآن مجید یاد کرتے ہیں، ایک ایک محدث ہزاروں حدیثیں حفظ کرتا تھا گو بعد میں لوگ ان کو لکھ کر محفوظ کرنے لگے!

بعض مستشرقین اس بنا پر کہ روایات نبوی کی تحریر وتدوین کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے نوے برس بعد شروع ہوا، احادیث کی صحت ووثوق میں شک پیدا کرنا چاہتے ہیں باوجودیکہ اسماء الرجال کی تحریر وتدوین کی صداقت کا اعتراف کرتے ہیں اور اس کو مسلمانوں کا عظیم تر علمی کارنامہ خیال کرتے ہیں۔ اوپر کی تحریر سے یہ اندازہ کرلینا بہت آسان ہوگیا ہے کہ صحابہ کس طرح واقعات کو حفظ رکھتے تھے، اُن کو یاد کرنے میں کتنی احتیاط برتتے تھے اور کس طرح آئندہ آنے والی نسلوں کو وہ امانت سپرد کرتے تھے اگرچہ وہ تحریری صورت میں بعد میں آئیں، تاہم ان کی صحت ووثوق میں کوئی کچھ شک وشبہ نہیں کرسکتا۔

احادیث کو تحریری شکل میں نہ لانے کی اصل وجہ یہ تھی کہ ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے

علاوہ کسی اور چیز کو تحریر میں رکھنے کی ممانعت فرمادی تھی تاکہ عوام میں قرآن اور غیر قرآن کا باہمی التباس نہ ہو جائے ۔لیکن جب قرآن مجید پوری طرح محفوظ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں صحابہ کو تحریر کی اجازت دے دی، لیکن اس کے باوجود اکثر صحابہؓ احادیث کو سفینوں کی بجائے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے۔

واقعات بتاتے ہیں کہ احادیث کافی عرصہ پہلے تحریری شکل میں آچکی تھیں چنانچہ خلیفہ حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے ۱۰۱ھ میں وفات پائی وہ خود بھی بڑے عالم تھے اور مدینے کے امیر رہ چکے تھے جب خلیفہ ہوئے تو قاضی مدینہ ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو جو حدیث وخبر کے امام تھے، حکم دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن وافتاء کی تحریروں کی تدوین کراؤ کیونکہ مجھے رفتہ رفتہ علم کے فقدان کا خوف ہورہا ہے۔(تعلیقات بخاری وموطا)

ان کے علاوہ اور بھی ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کے اقوال کا تحریری شکل میں آنے کا ثبوت ملتا ہے فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ایک خطبہ دیا تھا۔صحیح بخاری میں ہے کہ ابوشاہ یمنی کی درخواست پر آپ نے یہ خطبہ لکھ کر ان کے حوالہ کرنے کو کہا سلاطین عالم کو جو خطوط روانہ فرمائے وہ بھی تحریری شکل میں تھے۔صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے واپس آنے کے کچھ مدت بعد مسلمانوں کی مردم شماری کرائی اور ان کے نام لکھوائے (باپ الجہاد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جو ان کی تلوار کی نیام میں رہتا تھا جس سے وہ وقتاً فوقتاً استفادہ کرتے رہتے، لوگوں کی خواہش پر اس کو دکھایا بھی (بخاری) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ صادقہ ان کے پوتے عمرو بن شعیب کے پاس موجود تھا، جب تحریری اور یادداشتیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال درج تھے بیٹے کو باپ سے ملیں تو انھوں نے اس کو اور بھی حفاظت سے رکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ دوسرے صحابی ہیں جن سے بکثرت روایات موجود ہیں، وہ خود اپنے بیٹوں کو کہا کرتے تھے کہ ''میرے بچو علم کو تحریر کی قید و بند میں لاؤ۔دارمی (۶۸)

حضرت زید بن ثابت کاتب وحی تھے ان کو بھی احادیث تحریر میں لانے سے انکار تھا۔مروان نے یہ تدبیر کی کہ ان کو سامنے بٹھایا اور پردہ کے پیچھے کاتب مقرر کردئے تاکہ جو وہ بولتے جائیں کاتب لکھتے جائیں، حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

کیا یہ تمام واقعات اس بات کی شہادت کے لیے ناکافی ہیں کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اقوال وارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے جمع کیے جس کو پچھلوں کے لیے یادگار چھوڑا پچھلوں نے اپنی کتابوں میں ان کو لکھ لیا۔

لیکن بات یہیں نہیں ختم ہو جاتی ابھی تو تابعین کے واقعات باقی ہیں، یہ بات بھی ظاہر ہے کہ تابعین نے صحابہ ہی کی زندگی میں ان کے تمام مرویات، واقعات وحالات کو ایک ایک سے پوچھ کر ایک ایک کے دروازہ پر جا کر

بوڑھے جوان مرد عورت سب سے تحقیق کر کے ہمارے لیے علم وسعادت کا خزانہ فراہم کر دیا۔

محمد بن شہاب زہری، ہشام بن عروۃ، سعید بن جبیر، وغیرہ سینکڑوں تابعین ہیں جنھوں نے دیوانہ وار ایک ایک گوشہ سے دانہ دانہ جمع کیا اور ہمارے سامنے اس کا خرمن لگا دیا۔

امام زہری جو ۵۰ھ میں پیدا ہوئے ان کے متعلق یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ مدینے کے ایک ایک انصاری کے گھر جاتے راستوں کی صعوبتیں برداشت کرتے، جوان بوڑھا، مرد وعورت، جو مل جاتا، یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں اُن سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وحالات پوچھتے اور قلم بند کرتے۔

عام غلط فہمی کا ازالہ:

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیث کی تحریر وتدوین کا کام تابعین نے شروع کیا، تابعین ان کو کہتے ہیں جنھوں نے صحابہ کو دیکھا ہو اور ان سے فیض پایا ہو۔ صحابہ کا زمانہ تقریباً سو برس تک رہا تو گویا تابعین کا عہد سو برس بعد شروع ہوا۔ اس طرح گویا تحریر وتدوین کے کام کا آغاز سو برس بعد ہوا، حالانکہ یہ خیال یا رائے غلط ہے۔ دراصل تابعین ان کو کہتے ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور ان سے مستفید ہوئے یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوں مگر زیارت کا موقع نہ ملا۔ یا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر میں پیدا ہوئے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف نہ ہوئے اس طرح یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ تابعین کا عہد خود صحابہ کی زندگی ہی میں اور کم سے کم یہ کہ ۱۱ھ سے شروع ہو گیا۔ اس لیے جو کام اس وقت شروع ہوا اس کو تابعین کا کام کہہ سکتے ہیں اور یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ تحریر وتدوین تدوین کا کام ۱۱ھ سے قبل یا اس کے فوراً بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔ حفظ حدیث کے سلسلہ میں تابعین نے کو کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس پر سو برس کی مدت کا اطلاق کی ضرورت نہیں یہ کہنا کہ اخبار وسیر کی تدوین سو برس بعد شروع ہوئی صحیح نہیں بلکہ درحقیقت مسلمانوں میں اخبار وسیر کی ترتیب وتدوین کے تین دور ہیں۔ اول یہ کہ ہر شخص نے اپنی معلومات کو یکجا کیا۔ دوسرا دور آیا تو ہر شہر کے معلومات یکجا کئے گئے۔ تیسرا دور آیا تو تمام دنیائے اسلام کے معلومات اکٹھا کئے گئے اور ان کو موجودہ کتابوں کی صورت میں یکجا کر دیا گیا۔ پہلا دور غالباً ۱۰۰ھ تک قائم رہا دوسرا دور ۱۵۰ھ تک رہا اور تیسرا دور ۱۵۰ھ سے تیسری صدی کے کچھ دنوں بعد تک قائم رہا۔ پہلا دور صحابہ اور اکابر تابعین کا تھا۔ دوسرا دور تبع تابعین کا تھا تیسرا دور امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کا تھا۔ پہلے دور کا تمام سرمایہ دوسرے دور کی کتابوں میں محفوظ اور دوسرے دور کی کتابوں کی حدیثیں تیسرے دور کی کتابوں میں یکجا کر دی گئیں۔ دوسرے اور تیسرے دور کی کتابوں کا سرمایہ آج ہزاروں اوراق میں ہمارے پاس موجود ہے، جو دنیا کی علمی تاریخ کا سب سے معتبر، گراں بہاء مستند علمی ذخیرہ ہے جس سے زیادہ معتبر اور مستند دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسرا ذخیرہ علم نہیں ہے۔

ترجمہ وترتیب: مولوی محمد نعمان سنجرانی

گیارہ روزہ اسرائیلی جارحیت کے نقصانات کا تخمینہ

مئی کی اکیس تاریخ صبح دو بجے اسرائیل کی گیارہ روزہ جارحیت جنگ بندی کے ذریعے ایک وقفے تک پہنچی۔ یہ گیارہ روز فلسطینی مظلوموں نے انتہائی ترقی یافتہ اور جدید ہتھیاروں سے لیس بدنہاد دشمن کی سرکشی وتعدی کے سامنے جس طرح گزارے وہ صبر وثبات کی ایک نئی داستان ہے۔ جب تک صرف اسرائیل ہی ظلم کے اقدامات کر رہا تھا ''عالمی برادری'' اور ''اسلامی دنیا'' بحیثیت مجموعی منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھی رہی۔ جیسے ہی فلسطینی مزاحمت نے جوابی ردعمل کے اقدام کرنا شروع کیے تو پوری دنیا میں جنگ بندی اور دونوں فریقوں میں امن وامان کی دہائیاں دی جانے لگیں۔ اس بار اسرائیل کی غاصبانہ حکومت سے خطا یہ ہوئی کہ اس نے فلسطینی اسلامی مزاحمت کو اپنی طاقت وقوت کے اسباب وآلات کے تکبر میں بالکل مٹا ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا، چنانچہ جنگ بندی کے ہر مطالبے اور قیام امن کی ہر دہائی کو اسی رعونت کے ساتھ مسترد کیا جاتا رہا جو ہمیشہ سے اہلِ استکبار واستبداد کا خاصہ رہا ہے۔ اسرائیل کی غاصبانہ ریاست کو اپنے آہنی گنبد نامی اینٹی راکٹ دفاعی نظام پر بہت بھروسہ رہا ہے، جو حملہ آور راکٹوں اور میزائلوں کو ہدف تک پہنچنے سے پہلے ہوا میں ہی نشانہ بنا کر تباہ کر دیتا ہے۔ لیکن اس بار پھر ابابیلوں سے ہاتھیوں کو پسپا کرنے پر قدرت رکھنے والے ہمارے رب قدیر جل جلالہ نے اہلِ استکبار کی رعونت کو خاک میں ملایا اور فلسطینی اسلامی مزاحمت کے کئی راکٹ اسرائیلی آئرن ڈوم (آہنی گنبد) دفاعی نظام کو چھیدتے ہوئے مقبوضہ علاقوں میں اپنے اہداف تک جا پہنچے۔

شوال کے مہینے میں احد کا مبارک غزوہ پیش آیا تھا، جس کے قدسی صفت شہیدوں نے اپنے خون کی تعطیر سے نامِ رسالت ونبوت سے وفا کی ایسی مہک پھیلائی تھی جو آج تک مدھم ہونے نہیں پائی۔ ہمارے آقا ومولا سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پاک شہیدوں کو زندگی بھر فراموش نہیں فرمایا، آپ متعدد بار دامانِ احد میں واقع ان کے مقابر پر تشریف لے جاتے اور ان کے لیے خاص دعائیں فرماتے، حتی کہ روایات میں آتا ہے کہ حیاتِ طیبہ کے آخری خطبے میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قابلِ فخر اصحاب سے الوداعی باتیں اور وصیتیں فرمائیں اور دل کی باتیں کہہ چکے تو فرمایا کہ آؤ ایک بار پھر احد کے وفا کیش شہیدوں کا جنازہ پڑھ لیں، اور پھر آپ نے آخری بار احد کے شہدا کا جنازہ پھر سے باجماعت ادا فرمایا۔ اب کے بھی شوال کا مہینہ ہے۔ ہم اپنے ہادی وشفیع سید نا ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں آپ ہی کی معراج کی مقدس زمین کے پاک طینت شہیدوں کو یاد کرتے ہیں۔ ذیل میں صرف ان نقصانات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو اسرائیلی جتھوں کی گیارہ روزہ جارحیت میں بری وبحری و فضائی بمباری میں مظلومانِ غزہ ومغربی کنارہ کو اٹھانے پڑے۔

شہدا: اسرائیلی بمباری جو امریکی ساختہ ہوائی جہازوں، سمندری کشتیوں اور زمینی محاصر افواج کی طرف سے کی گئی اس کے نتیجے میں 232 فلسطینی شہریوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جن میں 65 بچے، 39 خواتین اور 17 عمر رسیدہ افراد شامل تھے۔

زخمی: غاصبانہ فوجوں کے میزائلوں نے 1900 سے زائد فلسطینی شہریوں کو زخم آلود کیا۔ جن میں سے 90 کی حالت انتہائی نازک بتائی جاتی ہے۔ فلسطین کی وزارتِ صحت کی اطلاع کے مطابق ان زخمیوں میں 560 بچے، 380 خواتین اور 91 معمر افراد شامل ہیں۔

بے گھر افراد: اقوامِ متحدہ کے زیراہتمام فلسطین بے گھر اور مہاجر افراد کی دیکھ بھال کرنے والی تنظیم انروا (UNRWA) کے اعلان کے مطابق اسرائیلی غنڈہ گرد فوجوں کے میزائل حملوں نے 75 ہزار سے عام فلسطینی شہریوں کو اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ جن میں سے 28 ہزار سات سو افراد اس بین الاقوامی تنظیم (انروا) کے سکولوں اور دفتروں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ جب کے باقی افراد فلسطین ہی کے دوسرے علاقوں میں اپنے عزیز و اقارب کے ہاں پناہ گزین ہیں۔ ان بے گھر افراد میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے مساکن و بیوت کو بمباری کے ذریعے بالکل زمین سے ملا دیا گیا، اور وہ بھی ہیں جو بمباری سے بچنے کے لیے اپنا گھر پہلے ہی چھوڑ کر نسبتاً محفوظ مقام پر منتقل ہو گئے۔

عبادت گاہیں: عبادت گاہیں اور مساجد بھی غاصبوں کی وحشت سے نہیں بچ سکیں۔ چنانچہ 3 مسجدیں کلی طور پر منہدم کی گئیں۔ اور ان مساجد کو چن چن کر نشانہ بنایا گیا۔ جبکہ 40 مساجد اور ایک عیسائی گرجا گھر کو شدید نقصان پہنچا ہے۔

مکانات کا انہدام: حکومتی اعداد و شمار کے مطابق غزہ کی آبادی میں واقع 1447 رہائشی یونٹ وحشی اسرائیلی حملہ آوروں نے بالکلیہ ڈھا دیے۔ جبکہ 13 ہزار ایسے مکانات وغیرہ ہیں جن کی عمارت کو اس جنگ میں نقصان پہنچا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان مکانات میں نقصان کی مقدار مختلف درجوں پر ہے۔

اسرائیلی غنڈوں کی فوجوں نے 205 مکانات، فلیٹس ٹاورز، رہائشی اور دفتری مقاصد کے لیے استعمال ہونے والے اپارٹمنٹ کمپلیکس کو سرے سے تاراج کیا ہے۔ جبکہ 33 صحافتی تنظیموں کے دفاتر کو بم سے اڑا دیا گیا ہے۔ بہت سی دیگر تنظیموں اور شہری محکموں کے دفاتر کو مختلف درجے کے نقصانات وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔

غزہ میں حکومتی اطلاعات کے دفتر کی اطلاعات کے مطابق (جو کہ حماس یعنی اسلامی مزاحمت کے زیرانتظام و ترتیب چلتا ہے) اب تک 75 سرکاری یا پبلک عمارتوں کو اسرائیلی فوج کی جانب سے نشانہ بنایا گیا ہے۔ ان عمارتوں میں مختلف خدمات فراہم کرنے والے محکموں کے دفاتر کے علاوہ تھانے اور سکول وغیرہ بھی شامل ہیں۔

اسی اثنا میں 68 سکول اور ہسپتال یا ابتدائی طبی امداد کے مراکز کو بھی نشانہ بنایا گیا ہے۔ کچھ تو بذات خود ہدف بنائے گئے اور کچھ ارد گرد ہونے والی بمباری کی وجہ سے تباہی کا نشانہ بنے ہیں۔ جبکہ 490 زرعی زمینوں، جانوروں کے فارموں، پانی کے کنوؤں اور آب پاشی کے انتظامات وغیرہ کو اس جنگ میں اسرائیلی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

معاشی اور اقتصادی عمارتیں: اسرائیلی غاصبانہ افواج نے 300 سے زائد اقتصادی و تجارتی اور صنعتی مراکز پر حملہ کیا۔ سات فیکٹریاں سرے سے مٹا دی گئیں جبکہ 60 سیاحتی پوائنٹس کو شدید نقصانات پہنچائے گئے ہیں۔

بنیادی تعمیراتی ڈھانچہ: اسرائیلی حملہ آور فوج نے اس جارحیت کے دوران سڑکوں اور بنیادی تعمیراتی ڈھانچے کو بطور خاص اپنا ہدف بنائے رکھا۔ بہت سے ایسے واقعات ریکارڈ کیے گئے ہیں کہ پہلے اسرائیلی جنگی طیاروں نے ایک رہائشی عمارت یا کئی منزلہ تعمیر پر بمباری کی اور پھر اس کی طرف آنے والی سڑک کو دونوں طرف سے بمباری کر کے نا قابلِ استعمال بنا دیا تا کہ ایمبولینس اور فائر بریگیڈ وغیرہ بھی زخمیوں اور شہداء کی مدد کے لیے نہ آ سکیں۔ چنانچہ سڑکیں، پانی کی لائنیں اور سیوریج کے جال کو نشانہ بنائے جانے کے نتیجے میں شدید نقصانات پہنچے ہیں۔

بجلی کا نظام: بجلی کے بندوبست کے شعبے میں اسرائیلی حملوں نے غزہ کے 13 گرڈ سٹیشن کو نشانہ بنایا، اسی طرح بجلی کی 9 مرکزی لائنیں ان حملوں کے نتیجے میں منقطع ہو گئیں اور بجلی کی سپلائی برقرار نہ رہ سکی۔

ذرائع مواصلات: حکومتی شماریات کے بیان کے مطابق 454 کاریں یا ذرائع نقل و حمل مکمل طور تباہ ہوئے ہیں یا شدید نقصانات کا شکار ہو کر نا قابلِ استعمال ہو چکے ہیں۔

ذرائع اتصال و رابطہ: روابط و کمیونیکیشن کے شعبے میں ٹیلی فون اور انٹرنیٹ فراہم کرنے والی 16 کمپنیوں کو اسرائیلی بمباری کے نتیجے میں اپنی خدمات فراہم کرنے کی صلاحیتوں سے محروم ہونا پڑا۔

غزہ کے حکومتی ذرائع کے مطابق یہ نقصانات جنگی نتائج کے ابتدائی تخمینے سے سامنے آئے ہیں اور حتمی نہیں۔ کیونکہ حملوں کا نشانہ بننے والی تمام تعمیرات خصوصا زیر زمین آب رسانی اور سیوریج وغیرہ کی لائنوں کو پوری طرح دریافت نہیں کیا جا سکا۔ اس لیے بھی کے حملوں کا شکار ہونے والے بعض علاقوں تک رسائی دشوار گزاری کی وجہ سے پوری طرح نہیں ہو پائی ہے۔

اس مضمون کی تیاری میں بنیادی طور پر نیو یارک ٹائمز، العربیہ اور دیگر عربی و انگریزی مصادر سے مدد لی گئی ہے۔ مضمون کی بنیادی ترتیب ''الجزیرہ'' عربی کی ویب سائٹ سے ماخوذ ہے۔

انصار عباسی

کب جاگے گا مسلمان؟

اسرائیل جو کچھ فلسطین میں کر رہا ہے اُس تناظر میں دنیا بھر کے مسلمان ممالک کے حکمرانوں اور اُن کی افواج کی سرد مہری کو دیکھیں یا ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمانوں کی اُس بے بسی کو جو یہ سب کچھ ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں لیکن کچھ کرنے سے قاصر ہیں، اُن کے لئے اگر ذلت کا لفظ استعمال کیا جائے تو بھی کم ہوگا۔ مسلمانوں کو شاید ہی کبھی ایسی اجتماعی ذلت کا سامنا ہوا ہو جس کی تمام تر ذمہ داری اُن کی اپنی ہے۔ یہ سب اپنی کمائی کا نتیجہ ہے۔ جہاد کو بھلا دیا بلکہ اس کا نام لینے کو امریکہ و یورپ کو خوش کرنے کیلئے دہشت گردی سے جوڑ دیا، اسلام دشمنوں کی ایما پر اُمہ کے تصور کو تار تار کرنے کے لئے ''سب سے پہلے پاکستان'' جیسے نعرے کو تقریباً ہر مسلمان ملک کو رٹا دیا گیا تاکہ جب ایک ایک کر کے مسلمان ممالک کو نشانہ بنایا جائے تو دوسرے مسلمان ممالک صرف اپنے اپنے ذاتی مفادات کو دیکھیں اور سوچیں کہ ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم کسی دوسرے مسلمان ملک یا دنیا کے کسی بھی خطہ میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر بولیں۔ اس سوچ نے مسلمانوں کو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بزدل بنا دیا، ذلیل کر دیا، امریکہ و یورپ کی ایسی غلامی میں دھکیل دیا کہ اُن کے مفادات کے تحفظ کے لئے تو ہم لڑتے بھی ہیں، مسلمانوں تک کو بھی مارتے ہیں، اُنہی کے اسلام دشمن اتحاد کا حصہ بننے پر فخر بھی کرتے ہیں اور دوسرے اسلامی ممالک کو تباہ کرنے میں اُن کی مدد بھی کرتے ہیں، اپنے اپنے قوانین، تعلیمی نصاب اور کلچر کو بھی بدلتے ہیں، وہ جو کہتے ہیں کرتے ہیں، جس سے منع کرتے ہیں منع ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی وہ ناخوش۔ ایسی صورت میں مسلمان کیسی عزت، کون سی غیرت کے جاگنے کی توقع لگائے بیٹھے ہیں؟ اسرائیل نے مسجدِ اقصیٰ پر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو حملہ کیا، فلسطینی علاقوں پر بمباری کر کے تباہی مچادی اور سینکڑوں فلسطینیوں کو شہید کر دیا جن میں ستر سے زیادہ بچے بھی شامل ہیں لیکن کوئی مسلمان ملک، کسی مسلمان ملک کی فوج مظلوم فلسطینیوں کی مدد کے لئے نہ پہنچی۔ غزہ اور دوسرے علاقوں میں اسرائیلی حملے جاری ہیں۔ نہ گھر، نہ اسپتال، نہ اسکول کچھ محفوظ نہیں۔ اور وہاں ایسی صورتحال ہو چکی ہے کہ ایک باپ نے اپنے دو بچوں کو اپنے بھائی کے حوالے کر دیا اور اُس کے دو بچوں کو اپنے پاس بلا لیا کہ اگر کوئی ایک خاندان بھی اسرائیل کی اس جارحیت کا شکار ہوتا ہے تو کم از کم اُس خاندان کا کوئی ایک بچہ تو زندہ بچ جائے۔ یہ واقعہ ہو یا ہر روز کئی کئی معصوم بچوں کی سامنے آنے والی لاشیں، یا فلسطینی عورتوں پر صیہونی فوجیوں کا تشدد، یہ تمام واقعات ابھی تک مسلمان ممالک کے حکمرانوں کے سوئے ہوئے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے ناکافی ہیں۔ مسلمان حکمرانوں اور افواج کی اس سرد مہری کو دیکھ کر کئی مسلمان اپنی دعاؤں میں اپنے رب سے غیبی مدد اور ابابیل بھیجنے اور ظالم اسرائیل کو تہس نہس کرنے کی دعائیں کرنے

لگے۔ یہ دیکھتے ہوئے اور اس یقین کے ساتھ کہ دنیا بھر کے مسلمان، اُن کی حکومتیں، اُن کی افواج کوئی اسرائیل کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اس اسلام دشمن ریاست نے اپنے سرکاری عربی زبان کے ٹویٹر اکاؤنٹ کے ذریعے ایک گستاخانہ ٹویٹ کیا جس میں طنزاً قرآن پاک کی سورۃ فیل (جس میں ابرہہ کی ہاتھیوں پر مشتمل فوج جو کعبہ کو ڈھانے آئی تھی اُس پر ابابیلوں کے حملے کا ذکر ہے) کو لکھ کر اُس کے ساتھ فلسطین پر تازہ اسرائیلی حملہ اور اُس سے ہونے والی تباہی کو ظاہر کرتی تصویر لگادی۔ اسرائیل اس حد تک اس لئے گر گیا کہ اُسے یقین ہو چکا ہے کہ مسلمان، اُن کے حکمران، اُن کی افواج اب بھی نہیں بولیں گی۔ اگر دنیا بھر کے مسلمانوں، اُن کے حکمرانوں اور افواج خاموش ہیں تو فلسطین کے مسلمان تحسین کے مستحق ہیں کہ تمام تر مظالم کے باوجود وہ اسرائیل کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہیں، اسرائیل کی طرف سے ایف 16 طیاروں اور جدید ترین میزائیلوں کے حملوں کا مقابلہ وہ بڑی جرأت اور بہادری کے ساتھ پتھروں کو اپنا ہتھیار بنا کے کر رہے ہیں۔ ظالم اسرائیل کو ظالم امریکہ کھل کر سپورٹ کر رہا ہے، جدید اسلحہ بھی اُسے فراہم کر رہا ہے جس سے فلسطینی بچوں، عورتوں سمیت سب افراد کو بیدردی سے نشانہ بنایا جار ہا ہے۔ اس کے جواب میں پتھروں سے لڑنے والے فلسطینی پاکستان اور دوسرے ممالک سے مدد مانگ رہے ہیں، خود نہیں آتے تو اسلحہ ہی دے دیں کہ اپنا دفاع کر سکیں مگر شاید ہم یہ سب سننے، دیکھنے سے قاصر ہو چکے۔ ہم مسلمان ضرور ہیں لیکن اللہ کا ڈر ہمارے دلوں سے نکل چکا، ہم تو امریکہ سے ڈرتے ہیں۔ اسلام تو ایسی صورتحال میں جہاد کا حکم دیتا ہے لیکن ہم امریکہ کی لونڈی اقوامِ متحدہ کے آگے ہاتھ پھیلائے بیٹھے ہیں کہ اسرائیل کو روکو، یہ جاننے کے باوجود کہ اقوامِ متحدہ میں جو قرارداد اسرائیل کے خلاف پاس ہو جائے اُسے امریکہ ویٹو کر دیتا ہے، مطلب یہ کہ مسلمانوں کو اور مارو، انہیں اور ذلیل کرو۔ اور ہم مار کھائے جار ہے ہیں، ذلیل ہوئے جار ہے ہیں۔ اس صورتحال میں ہماری دعائیں کیسے قبول ہو سکتی ہیں؟ آخر کب جاگے گا مسلمان؟

اندھیروں سے روشنی کی طرف

رمضان المبارک کے بابرکت دنوں میں 11 مئی 2021ء بروز منگل 29 رمضان المبارک 1442ھ کو ملتان کے ایک پیدائشی قادیانی خاندان کے فرد بھائی محمد کاشف اسلام نے قادیانیت کے کفر کو ترک کر کے دین اسلام قبول کر لیا ہے یہ نوجوان مسلسل آٹھ سال سے داعی اسلام خادم ختم نبوت ڈاکٹر محمد آصف کے زیر تبلیغ تحقیق کرتا رہا۔ مرکز احرار دار بنی ہاشم ملتان میں قائد احرار نواسہ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری کے پاس آ کر قبول اسلام کا باقاعدہ اعلان کیا۔ احباب دعا فرمائیں اللہ پاک ہمارے اس بھائی کو استقامت نصیب فرمائے اور اس کی حفاظت فرمائے۔

مولانا محمد ابوبکر حنفی شیخو پوری

امیر اور امارت اسلامی اصولوں کی روشنی میں

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہر پہلو، ہر زاویے اور ہر گوشے سے انسانیت کی کامل راہنمائی کرتی ہے۔ نبوت کے وجود اقدس سے صادر ہونے والا ہر عمل اور لسان گوہر فشاں سے نکلنے والا ہر قول ہزار ہا حکمتوں، بیش بہا لطائف اور بے شمار مصالح کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تمام اقوام عالم کو انتہائی معتدل اور متوازن اعتقادی، عملی، اخلاقی، سیاسی اور سماجی اصول وقوانین کا ایک خوبصورت گلدستہ پیش کرتا ہے جن پر عمل کرنا بلا شبہ انسانیت کو اعلیٰ اقدار سے آشنا کرتا ہے اور عروج وکمال کا تمغہ عطا کرتا ہے۔ چونکہ تمام کائنات انسانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سب سے اکمل ومکمل اور جامعیت میں عدیم النظیر اور بے مثال ہے اس لئے خلاق عالم نے ساری انسانیت کی سرداری کا تاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سجایا۔ چنانچہ صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے **انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر** ''میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں اس پر فخر (تکبر) نہیں کرتا''۔ لہٰذا ایسی رہبر کامل ہستی سے بہتر قیادت وسیادت کے زریں اصول کوئی اور فراہم نہیں کر سکتا۔

اقوام عالم کی تاریخ مختلف مقاصد کے لئے ابھرنے والی انقلابی تحاریک سے بھری پڑی ہے، کوئی دور سیاسی، سماجی، مذہبی اور اصلاحی عنوانات سے چلنے والی تحریکوں اور تنظیموں سے خالی نہیں رہا اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان تحاریک کے عروج وزوال کے ظاہری اسباب وعوامل جو بھی ہوں لیکن درحقیقت ان کے عروج کے پس پردہ قائدانہ نبوی اصول وضوابط پر عمل کی قوت کارفرما ہے اور ان کے زوال کے پیچھے ان زریں اصولوں سے انحراف کا عنصر موجود ہے جس کا اعتراف غیر مسلم عمائدین نے بھی کیا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کے ساتھ مذہب کے اختلاف اور شدید نفرت کے باوجود غیر مسلم لیڈرز بڑی تعمق نظری سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا مطالعہ کرتے، ان سے راہنمائی حاصل کرتے اور اپنی عوام کو ان کی اہمیت وافادیت سمجھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ فرانس کے جرنیل نپولین بوناپارٹ نے لکھا ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم دراصل سالار اعظم تھے، آپ نے اہل عرب کو درس اتحاد دیا، ان کے آپس کے تنازعات اور مناقشات ختم کیے، تھوڑی سی مدت میں آپ کی امت نے نصف دنیا کو فتح کر لیا، پندرہ سال کے قلیل عرصے میں لوگوں کی کثیر تعداد نے جھوٹے دیوتاؤں کی پرستش سے توبہ کر لی، مٹی کی بنی ہوئی دیویاں مٹی میں ملا دی گئیں، بت خانوں میں رکھی ہوئی مورتیوں کو توڑ دیا گیا، حیرت انگیز کارنامہ تھا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا کہ یہ سب کچھ پندرہ سال کے عرصے میں ہی ہو گیا جبکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پندرہ سو سال میں بھی یہ کام نہ کر سکے''۔ آخر امارت اور تعمیر انسانیت کے وہ کون سے اصول تھے جنہوں نے مخالفین سے بھی اپنی حقانیت

کالوہا منوایا؟ آیئے! سیرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے بحرِ بے کنار میں غوطہ زن ہو کر قیادت کو چمکانے اور امارت کو چار چاند لگانے والے کچھ نایاب گوہر اور نا پید لعل نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

عاجزی اختیار کرنا:

کامیاب قائد کی صفات میں سے ایک اہم صفت عاجزی وانکساری ہے۔ جو زعماء اپنی سرداری کے زعم میں اونچی ہواؤں میں اڑان بھرتے ہیں اور اپنی قوم کو کمتر اور نوکر سمجھتے ہیں ان کی قیادت ماتحتوں میں اعتماد کے فقدان کی وجہ سے دیرپا نہیں ہوتی بلکہ قائد کے نازیبا رویے کی وجہ سے ایک ایک شاخ گرنا شروع ہو جاتی ہے اور بالآخر تنا ہی کھڑا رہ جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سید الانس والجان ہونے کے باوجود سراپا عجز وانکسار تھی۔ **ورفعنا لک ذکرک** کے خدائی اعزاز کے باوجود صحابہ کرامؓ کے درمیان امتیازی حیثیت سے نہیں بیٹھتے تھے اور اسی وجہ سے نووارد شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان نہیں سکتا تھا، صحابہ کرامؓ کے ساتھ اختلاط کے وقت آپ کے وجود اقدس پر قائدانہ تشخص کی بجائے عامیانہ بلکہ دوستانہ رنگ نظر آتا تھا۔ سفر میں میر کارواں ہوتے ہوئے بھی تمام امور میں ان کے شانہ بشانہ شریک ہوتے تھے۔ غزوہ خندق کے موقع پر سرد موسم اور بھوک اور پیاس کی شدت کے باوجود صحابہ کرامؓ کے ساتھ بنفس نفیس خندق کی کھدائی میں شامل ہوئے۔ ایک سفر میں پڑاؤ کے دوران ایک بکری کو ذبح کرنا طے پایا، ایک نے بکری ذبح کرنے، دوسرے نے کھال اتارنے اور تیسرے نے اس کو پکانے کی ذمہ داری لے لی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں ایندھن کے لئے لکڑیاں جمع کروں گا''۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ کام بھی ہم خود کر لیں گے، آپ اس کی زحمت نہ فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ''مجھے معلوم ہے کہ میری طرف سے تم یہ خدمت سرانجام دے دو گے لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہارے مقابلے میں امتیاز اور بڑائی اختیار کروں، اللہ اپنے بندوں میں سے ایسے بندے کو پسند نہیں فرماتے جو اپنے ساتھیوں میں بڑے بنتے ہیں''۔

ماموریں سے مشورہ کرنا:

امیر کا اپنے ماموریں سے مشورہ کرنا کارکنان میں خود اعتمادی اور امارت کی مضبوطی میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا **وشاورھم فی الامر** ''اور آپ ان (صحابہؓ) سے مشورہ کیا کریں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کی تعمیل میں صحابہ کرامؓ سے مختلف امور میں مشاورت فرماتے تھے اور ان کی رائے کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ غزوات کے موقع پر لشکر کی صف بندی، مخصوص اور حساس مقامات پر افراد کی تعیناتی، آلات حرب کی دستیابی، سرایا میں امیر کے انتخاب اور دیگر امور حربیہ میں صحابہ کرامؓ سے رائے طلب کرنے کے بعد کوئی فیصلہ فرماتے تھے۔ غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مدینہ کے اندر رہ کر لڑنے کی تھی لیکن جنگ بدر سے پیچھے رہ جانے والے صحابہ کرامؓ کی خواہش مدینہ سے باہر جا کر لڑنے کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی رائے پر عمل فرمایا۔ گھریلو معاملات میں بھی ان سے مشورہ لیتے تھے، چنانچہ واقعہ افک جو خالصتہً آپ

کا ذاتی اور خاندانی مسئلہ تھا اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشاورت فرمائی۔

مامورین کے احوال کی خبر گیری کرنا:

امیر اور مامور کے درمیان تعلق کو مضبوط کرنے کی ایک اہم کڑی مامورین کے احوال کی خبر رکھنا اور ان کے ساتھ انسیت کا گہرا رشتہ قائم کرنا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مریض صحابہ کرامؓ کے گھر جا کر ان کی عیادت فرماتے، فوت شدگان کا جنازہ پڑھاتے، ان کے لواحقین سے تعزیت فرماتے، کسی کو پریشان حال دیکھتے تو تسلی دیتے ،کوئی دعا کی درخواست کرتا تو فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتے، کسی سے مزاج کے خلاف کام ہو جاتا تو درگزر فرماتے، اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہ لیتے، دعوت قبول فرماتے اور کوئی سوال کرتا تو اس کو عطاء فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ محبتیں بانٹنے والے اس مشفق اور مہربان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے دیوانے پروانے سو جان سے فدا ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دید کے بغیر زندہ رہنے کا تحمل نہیں کر سکتے تھے۔ موسم گرم ہوتا یا سرد، فصلیں اور باغات تیار ہوتے یا تیاری کے مراحل میں، ہر چیز سے بے نیاز ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ ابرو پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگلوں اور بیابانوں کے خطرناک اسفار کے لئے پا بہ رکاب ہو جاتے تھے۔

مامورین سے خوش طبعی کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے فطری رعب عطا فرمایا تھا جس کے متعلق صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے **نصرت بالرعب مسیرۃ شھر** ''ایک مہینے کی مسافت تک رعب عطا کر کے (اللہ کی طرف سے) میری مدد کی گئی ہے''۔ رعب کی وجہ سے صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلف ہو کر گفتگو تو کیا، نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتے تھے، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے حجاب کو دور کرنے اور بے تکلفانہ ماحول پیدا کرنے کے لئے جھوٹ کی آمیزش کے بغیر ظرافت اور خوش طبعی کی باتیں کیا کرتے تھے۔ شمائل ترمذی میں دیہات کے رہنے والے ایک صحابی حضرت زاہرؓ کا واقعہ مذکور ہے جو اپنی سبزی بیچنے کے لئے مدینہ آیا کرتے اور واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ہدیۃً سبزی پیش کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب معمول حاضر خدمت ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے، حضرت زاہرؓ انتظار میں بیٹھ گئے، کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت زاہرؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم نہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آ کر ان کی دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے، حضرت زاہرؓ نے زبردستی ہاتھ چھڑائے اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو نبوت کے مبارک ہونٹوں پر تبسم جاری تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ان زاھرا بادیتنا ونحن ظاھروہ** ''زاہر ہمارا دیہاتی (دوست) ہے اور ہم اس کے شہری (دوست) ہیں''۔

حبیب الرحمٰن بٹالوی

زرپارہ

اور کوئی نہیں راستہ دوستو! مصطفیٰ سے ملو گر خدا چاہیے

کہتے ہیں عقبہ بن عامر صحابیؓ

اک دن رسولِ خدا سے ملا میں دنیا میں سب سے جدا سے ملا میں

دستِ مبارک کو ہاتھوں میں لے کر پوچھا یہ میں نے امام ہدیٰ سے

غریبوں کے ہمدرد، خیرالوریٰ سے

کیا ہے ذریعۂ نجاتِ مسلماں کہ چھٹ جائے محشر میں جس سے مری جاں

کہا یہ جواباً رسولِ خدا نے سراپا ہدایت، مکین حرا نے

زبانوں کو اپنی گونگا بنا لو! خطاؤں پہ اپنی آنسو بہالو!

بہت کم بولو، سب کی دعا لو!

تم کو یہ گھر اپنا کافی ہوجائے کبھی کوئی شکوہ لبوں تک نہ آئے

کچھ دن کے وقفے سے حاضر ہوا پھر گذارش یہ خدمت میں کرکے جو پوچھا

بتایئے اعمال حسنہ کے بارے سبق سیکھیں جس سے انسان سارے

کہا یہ حبیبِ خدا نے کہ عقبہ! نصیحت یہ پلے سے باندھو ہمیشہ

محروم رکھے تمہیں جو ، اُسے دو جو تم سے کٹے تو اس سے جڑو تم

ظلم وستم کوئی تم پر کرے جو متانت سے بچ کے اُدھر سے چلو تم

(مسنداحمد،ترمذی)

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ　　قسط نمبر ۱۴

تاریخ احرار

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ چودھری عبدالعزیز خاں خود ریاست کے امتیازی خاندانوں میں سے ایک کے فرد ہیں۔ ہمیں افراد کے تعلقات سے بحث نہیں بلکہ ان کے ذہن اور دل و دماغ سے بحث ہے۔ اگر وہ انقلابی ہے تو ہم بخوشی عوام کے لیے ان کی خدمات قبول کریں گے خواہ وہ اعلیٰ طبقہ سے بھی متعلق کیوں نہ ہو، اگر کوئی غریب خاندان کا فرد سرمایہ دارانہ ذہن اور قوم میں امتیازی شان برقرار رکھنے والی طبیعت رکھتا ہے، وہ احرار کی مشین کا پرزہ نہیں ہو سکتا۔ خود معترض کی طبیعت گواہی دے گی کہ بعض اعلیٰ طبقہ کے افراد بڑے انصاف پسند اور ہمدرد طبیعت رکھتے ہیں۔ بعض غریب شاہانہ مزاج اور امیرانہ تمکنت رکھتے ہیں ہمیں بطور احرار ایسے غریبوں کو جماعت سے خارج کرنا ہے اور ایسے امیروں کو عوام کی خدمت کا موقع دینے میں اعتراض نہیں جن کے دل میں مساواتِ انسانی کی تڑپ ہو۔ امراء کی ایک کمزوری کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ بوجہ ماحول اور پرورش کے ان میں سے اکثر انقلابی فوج کے کمزور سپاہی ثابت ہوتے ہیں۔ کبھی تو وہ کچھ دن کام کرنے کے بعد اداس ہو جاتے ہیں اور جلدی تھک کر کشتی کو منجدھار میں چھوڑ جاتے ہیں پس انقلابی جماعتوں میں آنے والے امراء کے نونہالان کے لیے صحیح تربیت درکار ہے اسی طرح امیر بننے اور موقع سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اون رسید کر دینے والے غریبوں کی بھی احتیاط ضروری ہے۔ ہر امیر کے آباؤ اجداد کبھی غریب تھے جو موقع سے ناجائز فائدہ اٹھا کر سردار اور امیر بن بیٹھے۔ مساوات قائم کرنے کے بجائے انھوں نے اپنے لیے سوسائٹی میں امتیاز پیدا کیا۔ احرار کے لیڈروں کا فرض ہے کہ دعاوی کے علاوہ اپنے دل و دماغ کا امتحان لیتے رہیں۔ مبادا ان میں سرمایہ داری کے جراثیم پیدا ہو گئے ہوں، ساتھ ہی ساتھ ہر ممبر پر نگرانی رکھنی چاہیے کہ وہ مساوات انسانی کا قدردان ہے یا نہیں، خدمت خلق کے شکرانہ جذبے کے سوا ایسی ہوسِ جاہ تو نہیں جس کا نتیجہ اخوت و مساوات کے خلاف ہو؟

غرض ہمیں زید و بکر کے خاندان کو نہیں دیکھنا بلکہ افراد کے خصائص کو دیکھنا ہے۔ ہمیں چودھری عبدالعزیز یا افضل حق کے خاندانی حالات سے بحث نہیں، ہمیں اس امر سے بحث ہے کہ ان کا وجود اعلیٰ طبقوں کے امتیاز کو مٹانے، انسانوں کو مجلسی اور اقتصادی طور پر برابر بنانے میں معاون ہے یا نہیں میں یہ مانتا ہوں کہ ہر دور کے نیکوکاروں نے امراء کی صحبت سے الگ رہنے پر زور دیا، ہم بھی سب کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے بھی ایسے لوگوں سے دل سخت کر لیا ہے جو سرمائے کو شخصی آرام اور ترقی کا ذریعہ بنائے بیٹھے ہیں ہمیں صرف ان امیروں سے سروکار ہے جن کی فطرت

سلیم سرمایہ داری کا تخت الٹ دینے کے لیے بے تاب ہے۔ تاریخ ان کے ذکر سے خالی نہیں جنھوں نے عوام سے ہم رنگ رہنے کے لیے تخت چھوڑ کر کپڑوں میں پیوند لگائے۔ ایسا ہوتا کم ہے مگر ہوا ضرور ہے تاہم احرار ہزار احتیاط سے اور لاکھ دفعہ پرکھ کر اونچے طبقے کے افراد کو شامل کرتے ہیں اور دوسری طرف سچ یہ بھی ہے کہ امراء کے طبقے کو ہماری جماعت سے قدرتی نفرت بھی ہے، خدا ان کی اس نفرت کو اور زیادہ کرے تاکہ ہم یکسو ہو کر غریبوں کی خدمت کر سکیں اور ان کے نظام کو مضبوط کر کے عوام کی حکومت قائم کر سکیں۔

کشمیر ایجی ٹیشن کے سارے قیدی جیلوں سے باہر آ چکے تھے۔ چونکہ یہ تحریک احرار کے ذہن اور طبیعت کے لیے موزوں تھی۔ اس لیے سب احرار کو دلچسپی ہوگئی۔ طبقاتی جنگ احرار کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ اس سے غرباء میں جان آتی ہے اور ان میں عزت نفس کا احساس بڑھتا ہے۔ غریب جب ذلت قبول کر کے خاموش ہو جائے تو یہ انسانیت کی موت ہے۔

احرار کے معنی شریف اور آزاد کے ہیں اس نام کی مناسبت سے آزادی اور شرافت کی تحریک کے ساتھ ہمارا دل ہوتا ہے۔ اقتصادی مساوات کا قیام اور عوام کی حکومت کی جدوجہد کتنی خوش قسمتی ہے۔ انسانوں میں اقتصادی مساوات انسانی دکھ دردوں کا کیسا ہمہ گیر علاج ہے اس لیے تو قرآن حکیم کامل اقتصادی نظام کا قائل ہے۔ ہر احرار کو خدائے بزرگ کا یہ حکم از بر یاد رکھنا چاہیے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَ كُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ فَمَاالَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ. (سورة النحل)

اللہ نے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی تو کیوں ایسا نہیں کرتے کہ جن کو زیادہ روزی دی گئی ہے۔ وہ اپنی روزی اپنے زیردستوں کو لوٹا دیں حالانکہ سب اس میں برابر کے حق دار ہیں۔ اور کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں سے منکر ہو رہے ہیں۔

غرض ہم نے آتے ہی اور میدان تیار پایا، ہر چند آدمی تھکا ہو گلزار میں آ جائے کوفت دور ہو جاتی ہے۔ قید فرنگ کی کوفت ضرور تھی مگر کپورتھلہ کا میدان گلزار تھا۔ وہاں موج ہوا ہمارے مزاجوں کے مطابق تھی۔ کیوں کہ وہاں اقتصادی مشکلات کے حل کے لیے پکار تھی۔ یہی پکار احرار کو سرمست کرتی ہے۔ مولانا مظہر علی کا نام ریاست کشمیر کے سلسلہ میں نمایاں ہو چکا تھا کپورتھلہ کے ریاستی باشندوں کے بلاوے پر مولانا مظہر علی احرار کانفرنس منعقد کپورتھلہ کے صدر قرار پائے تاکہ کام اور عوام پر اس اقتصادی تحریک کی گہرائی اور قوت کا اثر ہو اور معلوم ہو کہ بدون انصاف کیے مقامی طور پر دبانے سے تحریک نہ دبے گی، جس تحصیل میں تحریک کی ابتدا ہوئی اور جہاں جہاں یہ پھیلی وہ زیادہ تر اسلامی آبادی تھی۔ سکھ زمیندار ضرور شامل ہو جاتے مگر پربندھک کمیٹی جس کا سکھوں پر اثر ہے وہ اس ریاست کو غلط

طور سے سکھ ریاست سمجھ کر رئیس کے خلاف یا رؤسا کے خلاف کچھ کرنا نہ چاہتی تھی۔ دنیا جانتی ہے کہ بنانا مشکل اور بگاڑنا آسان ہے۔ بے عملی اور سستی پھولوں کی نرم نازک سیج ہے۔ اس میں پڑ کر کوئی مشکل سے اٹھتا ہے۔ زمینداروں کا بے عملی کو خیر باد کہنا عام طور پر دشوار ہے۔ اگر انھیں یہ بھی سمجھایا جائے کہ عمل تمہارے مفاد کے خلاف ہے تو یہ آواز او نگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہو جاتی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ خالص زمیندارہ تحریک سکھ کاشت کاروں کی پوری امداد سے محروم رہی۔ اس میں شبہ نہیں کہ خود ریاست نے بھی مسلمان سکھ تفریق پیدا کرنے کی پوری کوشش کی، اور آخر کیوں نہ کرتی کہ یہ بات ریاست کے مفاد کے عین مطابق تھی۔ الغرض یہ تحریک مسلمان زمینداروں کی تحریک بن کر رہ گئی۔

مسلمان عجب گئی گزری قوم سمجھی گئی ہے ان کو کچلنا اور دبائے رکھنا کتنا آسان سمجھا جاتا ہے۔ حقہ پی کر قوائے عمل کو کمزور کر لینے والی، بغیر بیت المال کے فضول خرچی کر کے ہر قسم کے ذرائع سے محروم ہو کر ترقی کے سارے دروازے اپنے اوپر بند کر لینے والی، قوم تشدد کے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی، جس کا نہ کچھ گھر میں ہو اور نہ کوئی قومی فنڈ ہو۔ قوم محض رمضان شریف کی برکتوں کے سہارے زندگی کے کامیاب سفر کو کب تک جاری رکھ سکتی ہے، جانوروں کی طرح بے شعور محنت کر کے جینا اور کیڑوں کی طرح مرنا ہماری بے عمل زندگی کا عنوان ہے۔ باسی کڑھی کے اُبال کی طرح ہم اٹھتے ہیں اور پیشاب کی جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں کو سرمایہ داروں کی طرح موت سے ڈر لگتا ہے۔ نہیں بلکہ زندگی کی نمائش کی ان کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں۔ وہ زندگی کی قدر و قیمت ہی نہیں جانتے، افلاس کے ساتھ اخلاص اور پشت پر شخصی شعور نہیں۔ قومی سرمایہ ہو تو قوم کی ترقی کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ ورنہ دنیائے اسلام کی طرح چند شیوخ اور رؤسا کی غلامی میں آجاتے ہیں۔

الغرض ریاست جانتی تھی کہ تنہا مسلمانوں کو مار لینا کیا بڑی بات ہے اب کسی عذر معقول کی تلاش تھی۔ جب اس کی تلاش میں ناکامی ہو تو عذر نامعقول پر باڑ مار دینا ارباب اقتدار کا معمولی مشغلہ ہے۔

توانائوں کے بس میں ہے سرِ پائے حقارت سے
ہزاروں ناتوانوں کی تمناؤں کو ٹھکرانا

بے پناہ مظالم سے جمہور کے دلوں میں لرزہ طاری کرنا، دہشت طاری کر کے ظلم ناروا کو برداشت کرنے کے لیے لوگوں کو مجبور کرنا شہنشاہیت کے معمولی ہتھکنڈے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ زخم کہاں لگایا جائے شرط یہ ہے کہ جہاں زخم لگے گھاؤ گہرا ہو، تاکہ عبرت کی آنکھ اسے دیکھ کر سبق حاصل کر لے۔ اگرچہ اقتصادی تحریک کا مرکز تحصیل بھولتھ تھا مگر سلطان پور لودھی کے برے دن جو آئے تو وہاں تعزیہ اور بڑ کا شاخسانہ کھڑا ہو گیا۔ تعزیہ اور بڑ کے درختوں کو ہندوستان کی عورتوں کو بیوہ کرنے اور بچوں کو یتیم بنانے میں بڑا دخل ہے جہاں اس پُر تر درخت کی شاخ تعزیہ

شریف سے چھوٹی بس قیامت ہوگئی ''یا علی'' اور'' جے جے'' مہابیر کے نعرے بلند ہونے لگے، یوں معلوم ہونے لگتا ہے گویا غزنوی نے سومنات پر حملہ کر دیا ہے اور کفر اسلام باہم گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔ آن کی آن میں لاشے خاک میں تڑپتے نظر آتے ہیں خون کے نالے بہہ نکلتے ہیں۔ وحشت کے ایسے نظارے قومیت متحدہ کے دعوے پر بے لاگ تبصرہ بن جاتے ہیں، پوری ایک صدی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے ہندو مسلمانوں میں سول وار جاری ہے جس کے ختم ہونے کی ابھی کوئی امید نہیں غرض مند ہوا دیتے ہیں۔ سلگتی چنگاریاں بھڑک اٹھتی ہیں، یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا ہے۔

ہاں سلطان پور کے مسلمانوں کا ستارہ گردش میں آیا۔ تعزیہ کے راستے پر ایک بڑ کا درخت تھا۔ اس سال اس بڑ کی مخصوص شاخیں بڑھ کر تعزیے کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئیں۔ زبان حال سے کہتی تھیں کہ ادھر سے گزرو تو نوجوانوں کا خون بھینٹ چڑھا کر جاؤ، اس بڑ کی تقدیس بڑھانے کے لیے سکھوں نے کہا کہ یہ بی بی نانکی کے ہاتھوں کا لگایا ہوا ہے، یوں اس بڑ کو گورونانک جی سے نسبت دی گئی۔ اب درحقیقت ''امام حسین'' اور'' بابا نانک'' کا سوال بن گیا۔ حکام ریاست اس معاملہ میں پوری دلچسپی لے رہے تھے اور سمجھوتہ ہوتا ہوتا رہ جاتا تھا مہندی اور علم بطور احتجاج اٹھانے سے انکار کر دیا گیا۔ تعزیہ داروں نے جو خیر سے سب سنی مسلمان تھے ٹولیوں میں سے بڑ کی طرف بڑھنا شروع کیا، پولیس افسر اور علاقہ مجسٹریٹ موقع پر موجود تھے۔ انھوں نے گرفتاریاں شروع کر دیں دو دن میں ساڑھے چار صد مسلمان گرفتار ہوئے۔ چودھری عبدالعزیز کا ایک قدم سلطان پور اور ایک قدم کپورتھلہ میں تھا کہ کسی طرح سلطان کے مسلمانوں کے سر سے آئی بلا ٹل جائے۔ مگر حکام کی بے جا ضد نے کوئی صورت نہ پیدا ہونے دی۔ میں چودھری عبدالعزیز خان کے بیان کا وہ حصہ جو سلطان پور فائرنگ کے متعلق انھوں نے ڈسٹرکٹ ایسوسی ایشن جالندھر کی مقرر کردہ تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے دیا پیش کرتا ہوں۔

بیان چودھری عبدالعزیز بیگووالیہ:

''دوپہر سے قبل وفد سلطان پور پہنچا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ پندرہ اشخاص کی ایک جماعت تحصیل دار صاحب کے در دولت یا کچہری میں حاضر ہوکر دس بجے یہ مطالبہ کرنے کے لیے تیار تھی کہ تعزیہ کا راستہ صاف کرا دیا جائے مگر ۱۲/ بجے تک معززین شہر کے اصرار پر یہ جماعت رک گئی، میں اس جماعت کے پاس گیا ان کے پاس ایک بورڈ تھا جس پر بدین مضمون عبارت تحریر تھی کہ ''اسٹیٹ ریگولیشن ۱۹۱۵ء کے مطابق تحصیل دار صاحب کا فرض ہے کہ تعزیہ کے لیے راستہ صاف کرائیں۔''

ان کو ملنے کے بعد میں چودھری فتح محمد کے مکان پر گیا جہاں مجھے معلوم ہوا کہ اودھم سنگھ اس بات کے لیے تیار ہے کہ اگر وزیر اعظم صاحب یا معززین میں سے کوئی اور اس سے کہیں تو وہ اپنا اعتراض واپس لے لے گا جو دوست

وہاں موجود تھے انھوں نے مجھے اودھم سنگھ کے پاس جانے کے لیے مخاطب کیا میں منشی فیض بخش کے مکان پر اودھم سنگھ سے ملا۔ اور اس سے درخواست کی کہ تعزیہ کے راستہ کی رکاوٹ کا باعث نہ بنو، جس کے جواب میں اس نے کہا کہ اگر صرف اس سال تعزیہ دار ہی اس راستہ سے تعزیہ نہ گذاریں تو کون سا حرج ہو جائے گا میں تو بعض وجوہات کی بنا پر مجبور ہوں یہیں تک گفتگو کا سلسلہ پہنچا تھا کہ دو سکھ اودھم سنگھ کو بلا کر لے گئے۔

میں پھر احباب کے مشورے سے اسٹیٹ ریسٹ ہاؤس کو گیا جہاں وزیر اعظم صاحب انسپکٹر جنرل پولیس او ردیگر افسران موجود تھے جس کی غرض یہ تھی کہ افسران متعلقہ اور وزیر اعظم صاحب کو صورت حالات سے بخوبی مطلع کر کے تعزیہ کے راستہ کی رکاوٹ کو دور کیے جانے کے متعلق کہا جائے، چونکہ وزیر اعظم صاحب معترضین سے گفتگو میں مشغول تھے اس لیے میں منتظر رہا۔ ساڑھے بارہ بجے کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ راستہ طلب کرنے والی جماعت پر لاٹھی چارج کیا گیا ہے اس اطلاع پر میں مع چودھری فضل محمد وکیل جائے وقوع کی طرف روانہ ہوئے۔ میجر کوٹھ والا اور فوجی افسر بھی وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت وہاں صرف پندرہ آدمی اس میں موجود تھے۔ جو عبداللہ علم والے کے مکان سے بازار کو آئی ہے اور کوئی دوسرا آدمی موجود نہیں تھا۔ میجر صاحب نے وہاں آتے ہی اس کی گلی کے دو طرفہ چھتوں پر چار چار سپاہی یعنی کہ آٹھ رائفلیں دے کر چڑھا دیئے۔ جو فائر پوزیشن لے کر بیٹھ گئے۔ خود میجر صاحب نے ان پندرہ اشخاص کو مخاطب کر کے کہا کہ یا تو ہٹ جاؤ ورنہ فائر کرا دوں گا۔ وہ پندرہ آدمیوں کی جماعت بلا کسی جواب کے بیٹھ گئی۔ اس وقت میں، ایک سکھ سپاہی کو جس کا نام شاید بوٹا سنگھ تھا بازار میں لیٹے ہوئے دیکھا جس کے چہرے پر چند خراشیں تھیں، میں اس گلی میں سے ہوتا ہوا اس مقام پر پہنچا جہاں دوسرے لوگ متعلقہ تعزیہ داری موجود تھے۔ میں نے ان میں سے چھبیس اشخاص کو مجروح پایا دو اشخاص کے ضربات شدید معلوم ہوتی تھیں، میں نے تعزیہ داروں کو اپنی مجلس قائم اور مرثیہ خوانی جاری رکھنے کے لیے کہا اور راستہ طلب جماعت کو مزید توقف کی ہدایت کی۔ اس وقت انسپکٹر جنرل صاحب پولیس نے اس مقام پر مجھ سے دریافت کیا۔ کہ آپ لوگ کسی نتیجہ پر پہنچے؟ میں نے جواب دیا کہ تعزیہ دار اپنے قدیمی راستہ کو منظور نہیں کرتے میجر صاحب نے کہا کہ ہم بڑ کی شاخیں کاٹنے پر تیار نہیں۔ میں نے کہا گو یہ بیجا ہے اور بڑ کوئی متبرک درخت نہیں، تاہم اگر آپ زمین کھود کر تعزیہ گزارنے کی اجازت دے دیں تو میں تعزیہ داروں کو رضامند کرلوں گا میجر صاحب نے کہا کہ دس فٹ زمین کیسے کھودی جاسکتی ہے میں نے کہا کہ کھدائی اور پھر اس کو ہموار کرنے کا انتظام ہم خود کر لیں گے۔ آپ صرف اجازت دے دیں مگر میجر صاحب نے منظور نہ کیا۔

تقریباً ۲ بجے میں پھر وزیر اعظم کی طرف گیا اور توجہ دلائی کہ جو بحث اس وقت آپ کے سامنے ہندو سکھ اور مسلمان کر رہے ہیں بے نتیجہ ہے۔ کیوں کہ راستہ کے قضیہ کا حق تعزیہ داروں کی کمیٹی کو ہی پہنچتا ہے۔ انھیں بلا کر ان سے بات چیت کی جائے، میری رائے سے اتفاق کرتے ہوئے تحصیل دار صاحب کو تعزیہ داروں کمیٹی کے

ساتھ بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ چھ اشخاص کا ایک وفد وزیراعظم صاحب کے پاس گیا مگر اس کے کوٹھی پہنچنے سے چند منٹ قبل وزیراعظم صاحب کپورتھلہ روانہ ہو چکے تھے۔تعزیہ داران مایوس ہو کر واپس لوٹ آئے۔رات کے ۹ بجے کپتان عزیز احمد کپورتھلہ سے سلطان پور آیا اور تعزیہ داروں سے میری موجودگی میں کہا کہ وزیراعظم صاحب کسی غلط فہمی کی بنا پر سلطان پور سے چلے گئے تھے وہ چاہتے تھے کہ صبح آپ لوگ کپورتھلہ پہنچ جائیں اور ان سے گفتگو ہو جائے ۔تعزیہ دار رضامند ہو گئے۔

۷رمحرم کو صبح ۹ر بجے انھی چھ تعزیہ داروں کے وفد کو میں اپنے ہمراہ لے کر کپورتھلہ پہنچا۔وفد اور وزیراعظم کے مابین راستہ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔وزیراعظم اس بات پر زور دیتے تھے کہ اس سال وہ راستہ چھوڑ دو۔آئندہ ہر امکانی کوشش اس راستہ کو صاف کرنے کے متعلق کی جائے گی۔وفد کا خیال تھا کہ یہ محض دفع الوقتی ہے، اور اگلے سال کہا جائے گا کہ بس تمہارا وہی راستہ ہے جس سے پچھلے سال گذر چکے ہو۔ممبران وفد کا اصرار تھا کہ بڑ کا درخت کاٹا جائے یا نہ کاٹا جائے۔ہمیں وہاں سے زمین کھود کر گزر جانے کی اجازت دے دیجئے۔اور ساتھ ہی یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ اسی بڑ کی شاخیں ایک مکان کی تعمیر کے لیے اگر کاٹی جاسکتی ہیں تو تعزیہ کے گزرنے کے لیے کیوں نہیں کاٹی جاسکتیں؟ وزیراعظم صاحب بڑ کی شاخوں کو کٹانے کے لیے کسی حالت میں بھی رضامند نہ تھے۔ میں نے مسٹر کوٹھا والے کی موجودگی میں یہ تجویز پیش کی کہ دو تحریریں لکھ لی جائیں ایک یہ کہ اگر تعزیہ دار اس سال متنازعہ موراستے سے نہ گذریں تو آئندہ ہمیشہ کے لیے محلّہ کے کسی فرد کو کوئی اعتراض کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔اور راستہ کی رکاوٹ دور کرنے میں کوئی عذر پیش نہ کیا جائے گا اگر اس تحریر پر معترضین دستخط کردیں اور حکومت اس معاہدہ کی تکمیل کی کامل ذمہ داری لے لے تو میں تعزیہ داروں کو اس بات کے منظور کرنے کے لیے انشاء اللہ رضامند کرلوں گا یا یہ کہ اس سال تعزیہ اسی راستہ سے گزرے اور آئندہ کے لیے تعزیہ دار اس راستہ کو ترک کردیں دونوں تحریروں میں سے جس پر معترضین متفق ہو جائیں یا جس کو معترضین منظور کرلیں اور جانبین کے دستخط ہو جائیں تو میں مسلمانوں کی طرف سے معاہدہ کی پابندی کا یقین دلاتا ہوں۔وزیراعظم صاحب نے میجر کوٹھا والے کو فریق ثانی کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کرنے کی ہدایت کی اور ہم واپس سلطان پور چلے آئے۔اسی دن یہاں مہندی نکالی جاتی ہے علم کی طرح مہندی بھی بطور احتجاج نہ اٹھائی گئی۔کوٹھا والا نے تعزیہ داروں سے دریافت کر بھیجا کہ اگر تمہیں سمجھوتہ کے لیے بلاؤں تو آجاؤ گے؟ تعزیہ داروں نے جواب دیا کہ ہم ہر وقت آنے کو تیار ہیں۔لیکن یاد رہے کہ علم نکالنے کا وقت گیا اور مہندی نکلنے کا وقت بھی گیا اسی لیت ولعل میں تعزیوں اور ذوالجناح کا وقت نہ گزارا جائے۔تعزیہ داروں نے میجر صاحب کے پیغام کا ۵ بجے تک انتظار کیا لیکن ۵ بجے تک کوئی پیغام نہ آیا۔ مجھے میجر صاحب نے بتایا کہ فریق ثانی اس تجویز کے متعلق کسی رضامندی کا اظہار نہیں کررہے۔۵ بجے پھر تعزیہ دار اور دوسرے متعلقین جمع ہوئے۔اب کیا کرنا چاہیے راستہ کے مطالبہ کے جواب تک تو

سب متفق تھے اور آئندہ طریق کار میں ضرور اختلاف رائے تھا۔ ایک فریق کی رائے تھی کہ تمام ریاست کے تعزیے تاوقتیکہ راستہ صاف نہ کیا جائے نہ اٹھائے جائیں، میری بھی یہی رائے تھی۔ ۶ بجے ایسی جماعتیں محلّہ رنگریزوں میں سے نکلنی شروع ہوئیں پولیس نے بحکم مجسٹریٹ علاقہ انھیں گرفتار کرنا شروع کیا۔ دو گھنٹہ کے اندر ۱۱ گرفتاریاں نہایت پر امن طریقہ سے عمل میں آئیں، رات کو صبح تک کے لیے یہ سلسلہ ملتوی کر دیا گیا۔ ۸ محرم اور ۹ محرم کو ۳ بجے تک گرفتاریوں کا یہ سلسلہ جاری رہا تقریباً ساڑھے چار سو گرفتاری بغیر کسی شور وشر کے عمل میں آئی۔ ۸ محرم کی صبح کو دیہات کے جو مسلمان وہاں موجود تھے انھیں میں نے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس طریق سے اختلاف ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تک تعزیے نہ اٹھائے جائیں جب تک راستہ صاف نہ ہو۔ آپ خود سوچ کر فیصلہ کر لیں کہ کیا طریق اختیار کرنا ہے ان میں سے بعض واپس لوٹ گئے۔ اور بعض محلّہ رنگریزوں میں جا کر راستہ طلب جماعتوں میں شامل ہو گئے۔ ۹ محرم کو ۳ بجے میں نے پھر ایک بار کوشش کی کہ اس طریقہ کو ملتوی کر دیا جائے تا کہ ایک بار پھر راستہ کی بندش کو دور کرنے کی سعی کا موقع ہاتھ آئے۔ ۱۰ محرم کو ۱۰ بجے تک ایسی جماعتوں کا بھیجنا ملتوی کر دیا گیا میں ۴ بجے مع چودھری علی اکبر، وزیراعظم صاحب کے پاس کپورتھلہ آیا۔ سلطان پور سے روانہ ہونے سے قبل میں نے میجر کوٹھا والا سے کہا کہ آپ کے ملٹری آفیسر اور بعض سول آفیسر عوام کو مشتعل کرنے کی بہت کوشش کر رہے ہیں، جو معاملہ کے سلجھاؤ میں ایک روک ثابت ہو رہی ہے اس سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ تشدد کے اسباب پیدا ہو جائیں، ان کی نیتوں میں فتور ہے۔ آپ کو کامل حزم واحتیاط سے کام لینا چاہیے لیکن میجر صاحب نے کچھ توجہ نہ فرمائی۔ جناب وزیراعظم سے کپورتھلہ میں ۵ بجے شام کے میں نے کہا کہ تعزیہ کو وہاں سے گزارنا اور شاخوں کا کاٹنا ہی مناسب ہے۔ مگر انھوں نے بڑ کی شاخوں کا کاٹنا منظور نہ کیا میں نے ایک اور تجویز پیش کی اور وعدہ کیا کہ اگر اس پر عملدرآمد کیا جائے تو مسلمانانِ سلطان پور کو میں رضامند کر لوں گا۔ وہ یہ کہ سردار بہادر بخشی پورن سنگھ سی۔ آئی۔ ای ریاست کے مفاد اور بحالی امن کو مدنظر رکھتے ہوئے بڑ کی شاخیں کاٹ دیں۔ اور آپ تعزیہ کے ساتھ ہوں اور تعزیہ آپ کے تجویز کردہ راستہ سے گذر جائے۔ تجویز کے پہلے حصہ کو بھی وزیراعظم صاحب نے منظور نہ کیا۔ میں ۹ بجے کے بعد واپس سلطان پور پہنچا۔ ابھی اس قضیہ کے متعلق منتخبہ پنچایت کے ممبران کو پیغام بھیج ہی رہا تھا کہ اچانک دو رائفل فائر کی آواز سنائی دی سرائے سلطان پور سے جو اس وقت بطور جیل استعمال ہو رہی تھی، چیخ و پکار اور فغاں کا شور اٹھا میں سرائے کی طرف بھاگا۔ انسپکٹر جنرل پولیس کی اجازت سے اندر داخل ہوا۔ رضاکاروں سے ملا۔ بائیس آدمی زخمی اس وقت میں نے دیکھے بعض کے خون بہہ رہا تھا اور دو تین بے ہوش پڑے تھے۔ لیفٹیننٹ ڈاکٹر عباس علی اور ڈاکٹر کشمیرا سنگھ زخمیوں کو دیکھ رہے تھے، واقعہ کی تحقیق شروع کی تو معلوم ہوا کہ روز اوّل سے ہی یعنی جس دن سے ملٹری یہاں پہنچی ہے۔ سکھ سپاہیوں اور افسروں نے کھانا پکانے کے لیے اپنے چولھے مسجد کی دیوار کے ساتھ بنائے ہوئے ہیں، جن کے نشانات آج تک موقع پر موجود ہیں وہاں جھٹکا پکایا

جاتا تھا۔ اور نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کے راستہ میں بھی اکثر فوجی سپاہی نمازیوں کے لیے مزاحمت کا باعث ہوتے تھے۔ موجودہ ہنگامہ کی وجہ یہ ہوئی کہ نماز عشاء کی اذان پر سکھ فوجیوں نے پہلے تو مضحکہ اڑایا اور پھر جب لوگ نماز ادا کر رہے تھے تو ایک سکھ فوجی ملازم نے خدا کی شان میں ایسے الفاظ کہے جنھیں کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ اس پر رضا کاران معترض ہوئے اور کہا کہ گو ہم قیدی ہیں لیکن ہم اپنے مذہب کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ بعض سکھ سپاہیوں نے چھت کا منڈیرا اکھاڑ کر رضا کاروں پر خشت باری شروع کر دی۔ ان اکھڑی ہوئی اینٹوں کے نشانات میجر کوٹھا والا اور مجسٹریٹ دونوں کو دکھا دیئے گئے تھے۔ رضا کاروں کا یہ بیان میری تحقیق کے مطابق صداقت پر مبنی ہے۔ میں اس میں شک وشبہ کی گنجائش محسوس نہیں کرتا۔ اس تحقیق کے بعد میں نے میجر کوٹھا والا کو حالات کی نزاکت کی طرف پھر توجہ دلائی اور کہا کہ جہاں جذبات کی یہ کیفیت ہو وہاں خیریت کی امید کیوں کر ہو سکتی ہے۔ میں نے ۱۲ بجے رات کپورتھلہ پہنچ کو چیف منسٹر کو تمام جھگڑے اور بنائے جھگڑا کی اطلاع دے دی اور بتا دیا کہ اس واقعہ کے باعث دیہات میں بھی اشتعال پیدا ہوگا۔ نہایت ضروری ہے کہ تعزیہ کے راستہ کی طرف خاص توجہ دی جائے اور یہ بھی واضح کر دیا کہ سکھ ملٹری سٹاف فائر کرنے کے بہانے کا ہی متلاشی ہے، معاملات اس حد تک بگڑ چکے ہیں کہ مسلمان سپاہی بھی اس خطرہ کو محسوس کر کے اپنے آپ کو مامون نہیں سمجھتے۔ میجر کوٹھا والا صاحب کو میں بارہا مطلع کر چکا ہوں لیکن اس کے نزدیک میری ہر آواز صدا بہ صحرا رہی۔ اڑھائی بجے کے قریب میں واپس سلطان پور آیا۔ ۱۰ محرم صبح ۹ بجے مسلمان میرے پاس آئے اور شب گذشتہ کی کوشش کا نتیجہ طلب کیا۔ میں نے کہہ دیا کہ وزیر صاحب اپنے تجویز کردہ راستہ سے خود تعزیہ لے جانے کو تیار ہیں بجز اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ بجز اس کے اور کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ قریباً ۱۰ بجے سپیشل مجسٹریٹ نے مجھے کہا کہ جو لوگ تلونڈی اور دیہات سے آئے ہیں وہ تعزیہ متنازعہ راستہ سے نہ لے جائیں۔ میں بمعیت چودھری فضل محمد وکیل اور چودھری فتح محمد جوان تمام ایام میں میرے ساتھ ہر کوشش میں شامل رہے ہیں مجمع کی طرف روانہ ہوا۔ اس مجمع میں سے سربرآوردہ اشخاص کو بلا کر سمجھایا کہ تم رحمت والا تعزیہ متنازعہ راستہ سے نہ لے جاؤ میں نے حد سے زیادہ اصرار کیا۔ چونکہ مجھے معلوم تھا کہ مجمع خواہ کتنا ہی پر امن کیوں نہ ہو ان پر فائر ہو جائے گا اور وہ بھی منتقمانہ جذبہ کے تابع ہوگا۔ فائر کرنے والے مجمع کو منتشر کرنے کے لیے فائر نہیں کریں گے بلکہ قتل عام کا منظر دنیا کے سامنے ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا میں نے ان اشخاص سے درخواست کی کہ یا تو تعزیے پڑے رہنے دو اور جب تک راستہ متنازعہ صاف نہ ہو جائے کوئی تعزیہ نہ اٹھایا جائے اور وہ اس پر رضا مند نہ تھے یعنی صرف اتنے پر رضا مند نہ تھے اس لیے میں نے یہ رائے دی کہ جو طریق اہل سلطان پور نے رضا کاروں کو قید کرانے کا آج سے تین روز پہلے اختیار کر رکھا ہے۔ اسی کے مطابق موقع پر جا کر اپنے آپ کو گرفتار کرا دو۔ ان کا یہ جواب تھا کہ حکومت ہم پر کیوں گولی چلائے گی اور کیوں تشدد بے جا کرے گی۔ نہ ہم کسی فریق سے لڑنے جا رہے ہیں

، نہ زبردستی بڑ کاٹ رہے ہیں، نہ ہمارے پاس اسلحہ ہے۔ اور نہ ہماری ونگا فساد کی نیت ہے اہل سلطان پور کے پروگرام میں صرف اتنی ترمیم کریں گے کہ تعزیہ راستے پر رکھ کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کریں گے، ہماری نیتیں صاف ہیں اور ہم اسی بات کا اعلان کرتے ہیں۔ حکومت اگر چاہے تو ہمیں اسی مقام پر گرفتار کر سکتی ہے۔

میں نے تعزیہ اٹھاتے وقت انھیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ تم پر آتش باری کی جائے گی اور ان سب سے وہی جواب پاتا رہا جو وہ پہلے دے چکے تھے۔ پیرو ہمشیر زادہ رحمت تعزیہ دار انھیں تعزیہ اٹھانے اور راستہ متنازعہ پر چلنے کی نہ صرف ترغیب دیتا تھا بلکہ اس پر اصرار کرتا تھا، میں مایوس ہو کر واپس آ گیا۔ کچھ وقت آرام کرنے کے بعد مع چودھری فتح محمد، مستری محمد یعقوب کے بالا خانہ کے چھت پر آ گیا جہاں سے کہ بڑ متنازعہ تک سب کچھ نظر آتا تھا اور تعزیہ کے جلوس کی ہر حرکت میں دیکھتا اور باتوں کی مجھے اطلاع ملتی تھی۔ منشی محمد حسن گرداور اور کیپٹن عزیز احمد کو میں نے بار بار رہنمایانِ جلوس میں دیکھا۔ جلوس ایک ہی جگہ پر رک گیا۔ معلوم ہوا کہ ایک گھنٹہ کا وقفہ اس لیے قرار پایا ہے کہ ممبران کونسل و صاحب صدر موقع پر آ جائیں۔ تو خاطر خواہ تصفیہ کرا دیا جائے گا۔ اس ایک گھنٹہ سے بیس پچیس منٹ زائد وقت بھی گزر گیا مگر انتظامیہ کو نسل موقع پر نہ پہنچی۔ ۴؍ اور ساڑھے چار بجے کے درمیان ایک بگل بجا۔ جو لوگ اس مکان کے قریب تھے جہاں میں موجود تھا۔ ان کی آواز میرے سننے میں آئی کہ لو بھئی میاں صاحب آئے ہیں۔ اسی لیے بگل بجا ہے بگل بجنے کے معاً بعد لوئیس گن اور رائفل فائر شروع ہو گیا، فائر ہر مقام سے ہوا گوردوارہ ہٹ صاحب سے بھی فائر ہوتا تھا، تحصیل کے ایک برج سے بھی تین چار فائر ہوئے۔ تکیہ راجپوتاں میں اور ویٹرنری ہسپتال کے قریب جو لوگ شہید یا زخمی ہوئے وہ سب ہٹ صاحب کی گارد کے فائر سے ہوئے۔ ایک شخص شادی کمبوہ سکنہ الو پور چراغ شاہ کے مکان کے قریب گولی کا نشانہ بنا اور وہیں جاں بحق ہوا۔ فائر بند ہو جانے کے بعد بھی ہٹ صاحب سے تین فائر ہوئے۔ فائر بند نے کے قریباً ۲۰ اور ۲۵ منٹ بعد میں جائے وقوع پر پہنچا۔ زخمی زیادہ تر موٹروں میں ہسپتال بھیجے جا چکے تھے۔ شہداء کی نعشوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر لاریوں میں لادا جاتا تھا۔ موقع پر صرف ایک ڈاکٹر تھا، نہ کوئی سٹریچر تھا اور نہ مرہم پٹی کا کوئی انتظام یہاں تک کہ بعض زخمی شدت پیاس کے باعث بے تاب تھے، پانی کے چند قطروں کے لیے ترستے ہوئے جان بحق ہوئے۔ ہٹ صاحب اور تحصیل کے برج کے علاوہ اس بلند مقام یعنی آواز سے بھی فائر ہوئے جو اس مقام سے جہاں لوئیس گن رکھی ہوئی تھی جنوب مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ مسلح سکھ اور مہابیر دل کے والنٹیر کرپانوں برچھیوں اور لاٹھیوں سے مسلح فوج کے پیچھے کثیر تعداد میں موجود تھے۔ جو دیکھنے والا ان کو میجر کوٹھا والا کی ریز روفورس ہی تصور کر سکتا ہے۔

چودھری عبدالرشید خاں مجسٹریٹ علاقہ میرے حقیقی بھائی ہیں، کیپٹن عزیز احمد بھی میرے چھوٹے حقیقی بھائی ہیں، لوئیس گن پر کام کرتے ہیں، میں نے ایک سکھ سپاہی کو دیکھا لوئیس گن کی آواز بھی بخوبی پہچان سکتا ہوں شہداء کے زخموں کی کیفیت سے بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ زخم لوئیس گن کی گولیوں سے واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً نبی بخش سقہ

جس کے سینہ میں ۶ گولیاں تھیں اور پیرو ہمشیرہ زادہ رحمت تعزیہ والا جس کے پیٹ میں کئی گولیاں تھیں، ایک ہی نشان پر کئی گولیوں کا لگنا صرف لوئیس گن ہی سے ہوسکتا ہے۔

س: اگر ایک ماہر نشانچی ٹھیک نشانہ پر کئی ایک بار رائفل سے فائر کرے اور یہ سب گولیاں ایک ہی مقام پر لگیں تو کیا ایسے ہی زخم پیدا نہیں ہو سکتے جو نبی بخش اور پیرو کے آپ نے دیکھے اگر نہیں تو کیوں؟

ج: رائفل کا فائر اتنا تیز نہیں ہوسکتا جتنا کہ لوئیس گن کا ہوتا ہے، رائفل کی پہلی گولی جس شخص کے لگے گی وہ لازماً اپنی پہلی پوزیشن سے حرکت کرے گا۔ اس لیے دوسری گولیاں اس نشانہ کے قریب نہیں لگ سکتیں۔ یہ لوئیس گن کے تیز فائر ہی سے ہوسکتا ہے کہ کئی ایک گولیاں ایک ہی نشانہ پر یا ایک ہی نشانہ کے قریب لگ سکیں۔

س: کیا واقعہ سلطان پور کا داخلی سیاسیات سے کچھ تعلق ہے یا یہ محض اتفاقی ہے؟

ج: میں اس فائرنگ کے متعلق پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ایسے حالات پیدا کرنے کی بعض ملازمین ریاست خود کوشش کر رہے تھے۔ میں اسے محض اتفاقی حادثہ قرار نہیں دیتا۔

س: یہ کوششیں کیوں اور کب شروع ہوئیں۔ کیا آپ اس امر کا مفصل بیان فرماسکتے ہیں۔

ج: ریاست کپورتھلہ میں سالہا سال سے مسلمان پسماندہ قوم کی حیثیت میں زندگی بسر کر رہے ہیں باوجود کہ تناسب آبادی کے لحاظ سے قریباً ستاون فی صدی مسلمان آباد ہیں لیکن ریاست کے ہر محکمہ میں ملازمتوں کے اعتبار سے مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مسلمان اس وقت بھی تقریباً ساٹھ فی صدی مالیہ ادا کرتے ہیں مگر وظائف اور اوقات میں انہیں صرف آٹھ ہزار چار سو چالیس روپیہ ملتا ہے، برعکس اس کے غیر مسلموں کو ۶۸۳۳۸ روپیہ نقد ملتا ہے اس کے علاوہ مندروں اور دھرم شالاؤں کے نام معافیات ہیں۔ غرض زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمان کپورتھلہ میں نہایت کمتر درجہ میں رکھے گئے ہیں۔

۱۹۳۱ء میں مسلمانوں نے حقوق طلبی کی پہلی ہلکی سی آواز بلند کی تھی اور ساتھ ہی زمیندار جو آئے دن بے انصافی کا شکار ہوتے تھے ان کی اس تباہ حالی کو محسوس کرتے ہوئے میں نے ایک زمیندارہ تحریک کی بنیاد ڈالی چونکہ زمیندار اقوام میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے، اس لیے ہندو ساہوکاروں نے اسے فرقہ وارانہ رنگ دینے کی ہر امکانی کوشش کی۔ سکھ زمیندار بہت تھوڑی تعداد میں اس تحریک میں شامل ہوئے کیونکہ وہ ایسے سکھ افسروں کے زیر اثر تھے جو خود بڑے پیمانے کا ساہوکارہ کا کام کرتے ہیں اور مسلمانوں میں بیداری اور حقوق طلبی کے جذبہ کے وہ متحمل نہ ہوسکے۔ اس لیے وہ تحریک خالص زمیندارہ تحریک تھی جو ہندو ساہوکاروں کے علاوہ ریاست کے ذمہ دار اہل کاروں کو بھی ناگوار گزری۔ اور انہوں نے اپنے اپنے آوردوں اور پروردوں کے ذریعے اس تحریک کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اور اس تحریک کو کچلنے کے لیے مسلمان زمینداروں کو بے طرح تنگ کیا جاتا رہا۔ جنوری

۱۹۳۴ء کے پہلے ہفتہ میں قانون تحفظ اراضیات زمینداران کی ترمیم اس تحریک کا نتیجہ ہوئی۔ اس ترمیم کے بعد ہندوؤں نے سول نافرمانی کی تحریک بڑی شدومد سے جاری کی۔ اور منجملہ دیگر مطالبات ایک یہ مطالبہ بھی پیش کیا کہ نظام ریاست کی ذمہ داریاں ایک انتظامیہ کونسل کو سونپی جائیں جس کو مہاراجہ صاحب نے منظور کرتے ہوئے اس طرح ترتیب دیا کہ ۶ ممبروں کی کونسل مرتب کی جن میں سے دو مسلمان تھے، مسلمانوں کو اس کے خلاف شکایت تھی کہ کونسل میں ان کی نمائندگی ان کے تناسب آبادی کے لحاظ سے بہت کم ہے ہندوؤں کی اس تحریک کی کامیابی کے بعد ہر طبقہ کے مسلمان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے ریاست اپنے دیرینہ اصول کے مطابق مسلمانوں کے حقوق اور بھی زیادہ پامال کرے گی۔ میرا ذاتی خیال بھی یہی تھا اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے ہم نے مسلمانوں کو منظّم کرنے کے لیے احرار کانفرنس کا انعقاد کیا۔ جو ۳و۴ اپریل ۱۹۳۴ء کو ہوئی اس کانفرنس میں ذمہ دار اسمبلی، مسلمانوں کے لیے ملازمتیں بلحاظ تناسب آبادی اور چند دیگر اصلاحات کا مطالبہ کیا گیا۔ مہاراجہ صاحب کی طرف سے کانفرنس کے پنڈال میں وزیراعظم صاحب نے اعلان کرتے ہوئے یقین دلایا کہ سرکار کی واپسی از یورپ پر مطلوبہ اسمبلی قائم کردی جائے گی۔ اور مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ بھی یقین دلایا گیا کہ جن محکمہ جات میں مسلمان کم ملازم ہیں، وہ کمی پوری کی جائے گی۔ انھی مطالبات میں جگت جیت انفنٹری اور محکمہ جنگی کی دوسری شاخوں میں جہاں مسلمان بہت کم تعداد میں ہیں مسلمانوں کی کمی کو پورا کرنا بھی شامل تھا۔ اس کانفرنس کی کامیابی اور حکومت ریاست کا اعلان اور بالخصوص اس تیسرے مطالبہ نے ریاست کے اکثر غیر مسلم ذمہ دار افسروں کو اور بھی چراغ پا کردیا اور مسلمانوں کو کچلنے کے منصوبے گانٹھے جانے لگے۔ سلطان پور کا واقعہ ہر ذی فہم کے نزدیک انھی اسباب کا ایک نتیجہ تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی سیاسی بیداری ان کے لیے جو ریاست کے ہر شعبہ پر قابض ہیں اور ان کے معاونین کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ اس سیاسی بیداری اور حقوق طلبی کی سپرٹ کو ہمیشہ کے لیے فنا کرنے اور مسلمانوں کے شیرازے کو بکھیرنے کے لیے سلطان پور کا قتل عام ظہور میں آیا۔ ورنہ شارع عام پر ایک بڑ کے درخت کی چند شاخوں کے لیے جو میونسپلٹی کی زمین میں ہو، مسلمانوں کا اس بے دردی سے خون بہایا جانا اور کیا معنی رکھتا ہے۔ میں اس امر کو اپنے بیان کے پہلے حصہ میں واضح کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کے اس مجمع سے نقضِ امن کا کوئی خدشہ نہ تھا جو کچھ ۱۰ محرم کو ہوا ایک خاص سازش کا نتیجہ تھا، جس میں ریاست کے بڑے بڑے ذمہ دار افسروں کی شمولیت ہے۔

(جاری ہے)

شیخ راحیل احمد مرحوم آخری قسط

مرزا قادیانی اور حج بیت اللہ......عذرِ گناہ بدتر از گناہ

اب جب یہ جوابات بھی لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکے اور مرزا صاحب پر بار بار یہ اعتراض وارد ہوا تو احساس ہوا کہ لوگوں کے اعتراض کا شافی جواب نہیں دیا گیا، اب اس کو خدا کے حکم کی خلاف ورزی قرار دے دیا اور ساتھ ہی حسب عادت (جو کہ جماعت کی اب نا قابل تبدیل دفاعی اسٹریٹجی بن چکی ہے کہ مرزا صاحب تو دور کی بات، خلیفہ کو بھی چھوڑو، جب ان کے کسی مربی (عالم) پر بھی اعتراض کرو گے تو وہ بھی بجائے اس اعتراض کا عقلی یا کسی اور دلیل سے جواب دے، فوراً جواباً حضرت سرورکونین رسول پاک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بھی عیسائیوں یا یہودیوں کا کیا ہوا اعتراض سامنے رکھ دیں گے)۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر الزام جوڑ دیا کہ مکہ میں انہوں نے تیرہ سال حج نہیں کیا۔ اب ذرا یہ جواب ان کے اپنے الفاظ میں بھی پڑھ لیجئے۔ ''مخالفوں کے اس اعتراض پر کہ مرزا صاحب حج کیوں نہیں کرتے فرمایا:

''کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ جو خدمت خدا تعالیٰ نے اوّل رکھی ہے اس کو پس انداز کر کے دوسرا کام شروع کر دیوے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عام لوگوں کی طرح ملہمین کی عادت کام کرنے کی نہیں ہوتی۔ وہ خدا تعالیٰ کی ہدایت اور رہنمائی سے ہر ایک امر کو بجالاتے ہیں۔ اگر چہ تمام شرعی احکامات پر عمل کرتے ہیں مگر ہر ایک حکم کی تقدیم وتاخیر الٰہی ارادہ سے کرتے ہیں۔ اب اگر ہم حج کو چلے جاویں تو گویا خدا کے حکم کی مخالفت کرنے والے ٹھہریں گے۔ اور مــن استطاع الیہ سبیلا۔ (آل عمران، ۹۸) کے بارے میں حج الکرامہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''اگر نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو حج ساقط ہے''۔ حالانکہ اب جو لوگ جاتے ہیں ان کی کئی نمازیں فوت ہوتی ہیں۔ مامورین کا اوّل فرض تبلیغ کا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳ سال مکہ میں رہے آپ نے کتنی مرتبہ حج کئے تھے؟ ایک دفعہ بھی نہیں کیا''۔ (ملفوظات جلد ۵، صفحہ ۳۸۸)۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرزا صاحب کا کوئی الہام یا وحی ایسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو حج پر جانے سے روکا ہو؟ (کیونکہ مرزا صاحب نے حج نہیں کیا) یا کم از کم تاخیر کرنے کا ہی کہا ہو؟ دوسری بات کہ مرزا صاحب نے اپنے فیصلہ کی بنیاد میں حج الکرامہ کی اوپر دی گئی آیت قرآنی کی تشریح بھی بیان کی ہے، سوال یہ ہے کہ کیا مرزا صاحب حج الکرامہ میں لکھی ہوئی باقی باتوں کو بھی تسلیم کرتے ہیں؟ اور اب مرزا صاحب کی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳ سال مکہ میں رہے اور ایک دفعہ بھی حج نہیں کیا، ہوسکتا ہے کہ مرزا صاحب یا ان کی جماعت کے پاس اس دعوے کا کوئی حوالہ ہو لیکن اہم بات، یہ فقیر درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، مرزا کے جس دجل اور فریب کی طرف توجہ دلانا

چاہتا ہے، وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس وقت تک حج کے باقاعدہ احکامات ہی نازل نہیں ہوئے تھے اور یہ حکم مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اور میری سمجھ کے مطابق خدا تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسی لیے ایک بار فرض حج کے لیے فرمایا تاکہ قیامت تک آنے والی امت پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔ صاحب ثروت کو تو نہیں فرق پڑتا لیکن کم استطاعت والوں کو مبرا بھی کر دیا، ورنہ اگر زیادہ کا حکم ہوتا تو زیادہ مرتبہ حج کرنا پڑتا۔ اسی طرح نمازوں کے باقاعدہ احکامات بھی مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئے تھے۔ اگر مرزا صاحب کی دلیل تسلیم کر لی جائے تو پھر کل کو نمازوں کے لیے بھی کوئی یہی عذر پیش کر دے گا کہ مکہ معظّمہ میں نمازیں ادا نہیں بھی کی جاتی رہیں۔ کہ تبلیغ پہلے ہے اور نمازیں بعد میں، اگر انسان اس طرح کی تاویلیں کرنی شروع کر دے تو کوئی بھی رکن نہیں بچتا تو پھر تبلیغ کس بات کی اور کیا کرو گے؟ لے دے کے ایک ہی تبلیغ رہ جاتی ہے جو قادیانی قیادت اور ان کے چیلے چانٹے کر رہے ہیں وہ بھی اپنی ہی جماعت کو! اور وہ ہے چندہ، چندہ، چندہ۔

نماز کے ساتھ یاد آیا کہ قادیانی نمازوں پر بظاہر بڑا زور دیتے ہیں لیکن اسی (۸۰) فیصد نمازوں میں ڈنڈی مارتے ہیں اور جب بھی کوئی جلسہ یا میٹنگ وغیرہ ہوتی ہے تو نمازیں جمع کر لیتے ہیں اور جمع بھی ظہر کے ساتھ عصر کی، مغرب کے ساتھ عشاء کی کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ ایک اور سوال یہ ہے کہ کس بنیاد پر مرزا صاحب نے کہا ہے کہ آج کل حج پر جانے والوں کی نمازیں ساقط ہوتی ہیں؟ اور پہلے قادیان پھر ربوہ، اب لندن میں جو انہوں نے اپنے جلسہ میں شمولیت کو حج کا نعم البدل قرار دیا ہے وہاں پر جانے والوں کی نمازیں اگر ساقط ہوتی ہیں یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر جلسہ کا حکم بھی بند کرو اور اگر جواب نہ میں ہے تو جس طرح جلسہ پر جانے والوں کی نمازیں ساقط نہیں ہوتیں تو حج پر جانے والوں کی بھی نہیں ہو سکتیں۔

مرزا صاحب اور ان کی اولاد نے مرزا صاحب کے حج نہ کرنے کے جو بھی جواز پیش کئے وہ ہر عقلمند ایک نظر میں ہی دیکھ لیتا ہے کہ مرزا صاحب اگر مسلمان تھے تو انہوں نے توفیق ہونے کے باوجود حج نہ کیا اور اوپر سے عذر بھی بے تکے پیش کئے اور اس کہاوت کو سچ ثابت کر دیا کہ عذر گناہ، بدتر از گناہ۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے خدا کے نام پر بہتان باندھا کہ خدا نے ان کو مجدد، محدث، مثیل مسیح، پھر مسیح موعود (اور نہ جانے کیا کیا بلا) بنایا نیز ان کو وحی کی، نبی اور رسول کہا۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ جس حیثیت میں بھی، جس معاملہ میں بھی اور جب بھی مرزا صاحب نے تحدی سے کوئی پیشگوئی کی خدا نے وہ کبھی پوری نہ ہونے دی۔ اس لیے کہ وہ خدا پر اپنی وحی، نبوت و رسالت کا بہتان باندھ رہے تھے۔ اسی طرح حج کے معاملے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہی

ان کے منہ سے ایسے بے تکے جواب نکلوائے اور ان کے خانہ کعبہ کو دیکھنے کے بھی اسباب پیدا نہ ہونے دیئے اور ان کے دل اور دماغ پر مہر لگا کر ایسے بے تک جواب نکلوا دیئے تا کہ یہ کاذب نبی اور اس کے کذب کو لے کر چلنے والے اپنے دعوے کی کاذبیت کو چھپائے نہ چھپا سکیں اور ہر پہلو سے ان کا کذب بار بار تا قیامت ظاہر ہوتا رہے۔

مرزا قادیانی نے نہ صرف خود حج نہیں کیا بلکہ الفاظ کے ہیر پھیر میں دوسروں کو بھی حج سے روکتے رہے، مرزا صاحب کی تحریر آپ کے سامنے ہے پڑھیے اور سر دھنیے:

''دیکھو حج کے واسطے جانا خلوص اور محبت سے آسان ہے مگر واپسی ایسی حالت میں مشکل۔ بہت ہیں جو وہاں سے نامراد اور سخت دل ہو کر آتے ہیں۔ اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ وہاں کی حقیقت ان کو نہیں ملتی۔ قشر کو دیکھ کر رائے زنی کرنے لگ جاتے ہیں، وہاں کے فیوض سے محروم ہوتے ہیں اپنی بدکاریوں کی وجہ سے اور پھر الزام دوسروں پر دھرتے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہے کہ مامور کی خدمت میں صدق اور استقلال سے کچھ عرصہ رہا جاوے تا کہ اس کے اندرونی حالات سے بھی آگاہی ہو اور صدق پورے طور پر نورانی ہو جاوے''۔ (الحکم، جلد ۷، نمبر ۱۰، صفحہ ۳، ۴۔ ۱۷ مارچ ۱۹۰۳ء۔ ملفوظات، جلد ۵، صفحہ ۱۷۷)۔

اگر ہم اوپر دیئے گئے حوالہ کا گہرائی کے ساتھ تجزیہ کریں تو یہ ایک پورے مضمون کا متقاضی ہے لیکن مختصراً چند نکات پیش کرتا ہوں:

محبت اور خلوص کے ساتھ حج پر جانا آسان ہے اور واپسی پر بجائے ان میں بہتری کے جانے والی حالت میں بھی مشکل ہے۔

بہت ہیں یعنی کافی ہیں جو بجائے بامراد ہونے کے نامراد ہو کر، اور بجائے نرم دل کے سخت دل ہو کر آتے ہیں۔

وہاں ان کو ایمان کی حقیقت نہیں ملتی۔

یہ تو تھی مرزا صاحب کی لن ترانی، اب ذرا یہ بھی پڑھ لیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ ایمان کی حقیقت حج پر ملتی ہے یا نہیں؟ حدیث میں آیا ہے کہ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے، جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے حج کرے اور شہوت اور گناہ کی باتیں نہ کرے۔ تو وہ ایسا پاک ہو کر لوٹے گا جیسے اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا''۔ (صحیح البخاری، کتاب المناسک/ حدیث نمبر ۱۴۳۱)

حج پر روحانی پھل کو نہیں کھاتے بلکہ ان روحانی پھلوں کے چھلکے (قشر) سے آگے ان کو کچھ نہیں آتا۔

حج کے فیوض حاصل کرنے کی بجائے بدکاریاں کر کے آتے ہیں اور پھر ان بدکاریوں کا الزام دوسروں پر رکھتے ہیں۔

حج کے فوائد اٹھانے کے لیے صرف اسلام کی تعلیم کافی نہیں بلکہ پہلے کسی مامور کو ڈھونڈو، اس کے پاس کچھ عرصہ رہو تب حج پر جانا فائدہ مند ہوگا۔ یہاں مرزا صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس آ کر رہو اور وقت گزارو۔

پیسے مرزا صاحب کو دے دو اور پھر بجائے حج کے، یہ سمجھتے ہوئے اپنے گھر واپس چلے جاؤ کہ مرزا صاحب کی صحبت میں حج کا ثواب مل گیا ہے۔ ایسی کئی مثالوں میں سے شہزادہ عبداللطیف کی مثال ہی کافی ہے کہ کابل سے حج کرنے نکلے، مرزا جی کے پاس آئے اور پھر حج پر جانے کی بجائے کچھ عرصہ گزار کر افغانستان لوٹ گئے اور وہاں جاتے ہی ملک اور دین سے غداری کے الزام میں سنگسار ہوئے۔

مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ ''لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر اس جگہ (یعنی قادیان میں، ناقل) نفلی حج سے زیادہ ثواب ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطر، کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی''۔ (آئینہ کمالات اسلام، رخ جلد ۵، صفحہ ۳۵۲)۔ یعنی حج قادیان میں بھی ہو سکتا ہے؟

مرزا صاحب کا یہ شعر بھی اس بات کی تائید کرتا ہے:

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین، صفحہ ۵۷)

اب سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کے پاس آ کر انسان کیا حاصل کرتا ہے اور سلوک کی کون سی منازل طے کرتا ہے۔ ان ساری باتوں کا مختصر اور جامع جواب مرزا صاحب کی اپنی تحریریں ہی دے رہی ہیں۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''میں اس جگہ اس بات کا اظہار بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ جس قدر لوگ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں وہ سب کے سب ابھی اس بات کے لائق نہیں کہ میں ان کے متعلق عمدہ رائے کا اظہار کر سکوں۔ بلکہ بعض خشک ٹہنیوں کی طرح نظر آتے ہیں جن کو میرا خداوند جو میرا متولی ہے مجھ سے کاٹ کر جلنے والی لکڑیوں میں پھینک دے گا۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ اوّل ان میں دلسوزی اور اخلاص بھی تھا، مگر اب ان پر سخت قبض وارد ہے اور اخلاص کی سرگرمی اور مریدانہ محبت کی نورانیت باقی نہیں رہی۔ بلکہ صرف بلغم کی طرح مکاریاں باقی رہ گئی ہیں اور بوسیدہ دانت کی طرح اب بجز اس کے کسی کام کے نہیں کہ منہ سے اکھاڑ کر پیروں کے نیچے ڈال دیئے جائیں۔ وہ تھک گئے اور درماندہ ہو گئے اور نابکار دنیا نے انہیں اپنے دامِ تزویر کے نیچے دبا لیا''۔ (فتح اسلام، رخ جلد ۳، صفحہ ۴۰)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک ابتلا کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف''۔ (براہین احمدیہ، حصہ پنجم، رخ جلد ۲۱، صفحہ ۱۱۴)۔ واضح ہو کہ یہ کتاب سنہ ۱۹۰۷ء میں یعنی مرزا صاحب کی وفات سے پچھلے برس طبع ہوئی۔

اس پر ایک انسان یہی تبصرہ کر سکتا ہے کہ مرزا صاحب جن لوگوں سے عزت پاتے تھے، جن پر رئیسوں کی طرح

عیش کرتے تھے اور جائیدادیں بنائیں، انہی لوگوں کی بڑی تعداد کو مردار کی طرف دوڑنے والا کتا قرار دے رہے ہیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے احسان فراموش کو ہی ''جس تھالی میں کھائے اسی میں تھوکنے والا'' کا خطاب بر حق ہوگا یا نہیں؟ یا پھر جو لوگ اس الزام کو تسلیم کر رہے ہیں سادگی کی وجہ سے ان کو کیا یہ مشورہ دینا جائز نہیں ہوگا کہ تم اچھے انسان ہو اور یہ خطاب واپس کر کے ان کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں ان شاء اللہ انسان ہی سمجھیں گے۔

اور ہزار باتوں کی ایک بات، مرزا صاحب اپنی کتاب ازالہ اوہام کے حصہ اول (روحانی خزائن کی جلد ۳، صفحہ ۲۱۱)، میں خود لکھتے ہیں کہ:

''مسلم کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دجال مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہو سکے گا''

اور میرے خیال میں مرزا صاحب نے اپنے بے بنیاد دلائل، بیہودہ تاویلات حق کو چھپانے والے غلط طریق اختیار کر کے اپنے آپ کو اگر اصلی نہیں تو اس معہود دجال کا چھوٹا بھائی ضرور ثابت کر دیا ہے، اس لیے بھی وہ مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہو سکے۔

فاعتبر وا یا اولی الا بصار

ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قادیانیوں کو مرزا صاحب کے دجل، چالبازیوں جھوٹ، تحریفات، تاویلات کو حقیقی طور پر سمجھنے میں مدد دے اور مرزائی مکڑی کے جال سے نکلنے کی توفیق دے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مرزا کی تعلیم کے فرق کو کھلے طور پر واضح کرے اور ان کو واپس صحیح دین میں لائے، آمین۔

مشاہداتِ قادیان

مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ

● قادیان میں مجلس احرار اسلام کی اوّلین صدائے حق ● دفتر کا قیام ● تاریخی احرار تبلیغ کانفرنس کا انعقاد ● قادیانیوں کے ساتھ مناظرے اور مقابلے ● قادیان کے مسلمانوں میں جرأت واستقامت کی روح پھونکنے کے ایمان پرور تذکرے ● کفرستانِ قادیان میں احرار کے پہلے مبلّغ مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ کے قلم سے قادیان میں تحفظ ختم نبوت کی تاریخ ساز جدوجہد ● تحریک تحفظ ختم نبوت کی نوسالہ مقدس جدوجہد کے عینی شاہد اور میدانِ عمل میں دادِ شجاعت دینے والے عظیم مجاہد کی زبانی۔

صفحات:400 قیمت-/600روپے

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم ملتان 0300-8020384

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام: دررِ فرائد ترجمہ وشرح جمعُ الفوائد (جلد ۵ کتاب المناقب)　**مبصر:** مفتی نجم الحق
مصنف: محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی المغربی المالکیؒ　**مترجم:** حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ
ضخامت: ۵۲۷ صفحات　**قیمت:** درج نہیں　**ناشر:** القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، نوشہرہ، کے پی کے

جمع الفوائد کے بارے میں حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رقمطراز ہیں: ’’(اس کتاب) میں (مصنف) ممدوح نے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مسند امام احمد، دارمی، مسند ابویعلیٰ، مسند ابوبکر، اور طبرانی کی معجماتِ ثلاثہ کبیر واوسط وصغیر چودہ کتب حدیث کو ایک جگہ جمع کردیا یعنی اسناد کو حذف اور مکررات کو ترک کرکے جو حدیث ایک کتاب میں کئی جگہ یا کئی کتابوں میں مختلف ابواب میں مذکور ہوئی تھی ایک جگہ لاکر سب کو کتابوں کے حوالے دے دیئے تاکہ معلوم ہوجائے فلاں فلاں کتاب میں یہ حدیث آئی ہے اور ہر حدیث کے آخر میں روایت کی قوت وضعف کو بھی ظاہر کردیا کہ کس درجہ میں قابل عمل ہے۔ اوّل: تو یہ انتخاب بے بہا تھا کہ جس حدیث کا ضخیم کتابوں میں ملنا دشوار تھا وہ اس میں نہایت آسانی سے مل جاتی ہے۔ دوم: چودہ کتابوں سے مستغنی کرنے والا مختصر مجموعہ تھا۔ سوم: چند کتابیں اس میں وہ بھی شامل ہیں جو کم یاب ہوگئی ہیں اور چند وہ ہیں جو ابھی تک طبع ہی نہیں ہوئیں کہ ان کا منتخب مگر کامل وجود اس میں موجود ہے۔ چہارم: ڈھائی سو برس پہلے امت محمدیہ کے ایک گوہر بے بہا نے مکہ مکرمہ میں قیام فرما کر کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدمت کی تھی، اس کو اب فرانسیسی حکومت کے ہاتھوں نذرِ آتش ہونے کا قوی خطرہ تھا اور مسلمانوں کی دوسری لکھی ہوئی تصانیف کی طرح وہ بھی پردۂ عدم میں چھپ جانے والی تھی، اس لیے اس کی اصل اور نقل کے حاصل کرنے میں بندہ نے جو تدبیر ہوسکی عمل میں لایا اور الحمدللہ کہ تین سال کی محنت سے مصری ٹائپ میں سب سے پہلی طباعت واشاعت کا فخر ہندوستان کو (عطا ہوا)‘‘۔

زیرِ تبصرہ اشاعت اس کتاب کی پانچویں جلد ہے جو ’’کتاب المناقب‘‘ پر مشتمل ہے، اس جلد میں صحابہ کے فضائل مشترکہ، مہاجرین وانصار کے مناقب، امت محمدیہ کے فضائل، قریش وغیرہ قبائل عرب کے فضائل، صحابہ کے سوا دوسرے حضرات کے فضائل، چند مقامات زمین کے فضائل اور جن کی مذمت آئی ہے ان کا ذکر، گزشتہ امتوں کے قصے، زہد، فقر، امید، رجا اور حرص، خوف اور دل کو نرم کرنے والے مضامین شامل ہیں۔

نام: قادیانیوں کو دعوتِ فکر　**مصنف:** عطا محمد جنجوعہ　**ضخامت:** 208 صفحات　**قیمت:** درج نہیں
ملنے کا پتہ: مکتبہ ابن احمد، فیصل کالونی، جھاوریاں (سرگودھا) 0302 4673969　**تبصرہ:** صبیح ہمدانی

قادیانی ٹولہ امت مسلمہ کے جسد مثالی پر وہ ناسور ہے جس کا علاج کیے بغیر امت کی فوز وفلاح ناممکن ہے۔ لردان فرنگی کے خود کاشتہ اس شجرہ خبیثہ کی علت وجود اور غرض وغایت ہی اسلام کے شجر سایہ دار کی بزعم خویش بیخ کنی

ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود محافظ ہے ورنہ ان مفسدین نے اپنے گھناؤنے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے کسی قسم کی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وقد مکروا مکرھم وعند اللہ مکرھم وإن کان مکرھم لتزول منہ الجبال** (انھوں نے اپنے داؤ چلائے، مگر اللہ کے پاس ہے ان کا [ہر] داؤ [اور اس کا توڑ] حالانکہ ان کے داؤ ایسے تھے کہ ہلا دیتے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے)۔ سورہ ابراہیم۔

زیرِ نظر کتاب قادیانی ٹولے سے مجادلہ بالاحسن کے طریقے سے چند دعوتی و مکالماتی مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے، جسے جناب عطا محمد جنجوعہ نے تصنیف کیا ہے۔ یہ مضامین مختلف رسائل و مجلّات خصوصاً ''الاعتصام'' میں اشاعت پذیر ہوتے رہے ہیں۔ دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ ان میں سے بعض مضامین نے قادیانی مناظروں کو بھی متأثر کیا اور وہ ان کا جواب لکھنے پر مجبور ہوئے۔ فاضل مصنف نے کتاب میں موجود ان مضامین کی نشان دہی کی ہے، نیز قادیانیوں کی جانب سے لکھے جانے والے جوابات کا تجزیہ بھی کیا ہے۔

کتاب پر مولانا محمد الیاس چنیوٹی مدظلہ نے نظر ثانی اور مراجعت کی ہے نیز بعض مقامات پر تحشیہ بھی کیا ہے۔ اسی طرح متعدد بزرگوں کی تصدیقی اور دعائیہ تقریظات بھی کتاب کے شروع میں موجود ہیں۔ تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم حضرات ضرور استفادہ کریں۔

نام: دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف صلی اللہ علیہ وسلم تصنیف: حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی
ضخامت: 176 صفحات ملنے کا پتہ: ادارۃ العزیز، جامعہ عزیز العلوم، شجاع آباد 0300 2182359

حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی رحمہ اللہ عمیم النفع اور کثیر الفیض بزرگوں میں سے تھے۔ آپ بدنامِ زمانہ انجمن اشاعۃ التوحید والسنہ کے بانیوں میں سے تھے تا آنکہ اس انجمن پر گمراہ و بدطینت واعظوں نے قبضہ کر لیا، جس پر حضرت مولانا نے انجمن سے استعفاء دے دیا۔

زیرِ نظر کتاب عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بنیادی اور ابتدائی کتابوں میں سے ہے۔ کتاب کے شروع میں بطور مقدمہ اور تاریخی پس منظر کے بیان کے لیے اس سارے قضیہ نامرضیہ کا بیان بتفصیل مندرج ہے۔ جس سے اس بے ہودہ گمراہی کے پاکستان میں تولّد ونشأۃ کا سارا قصہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

مقدمہ کے بعد حضرت مولانا رحمہ اللہ نے نفس مسئلہ پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے، اور قرآن مجید، احادیث نبویہ، اعمال و آثارِ حضرات صحابہ علیہم الرضوان اور اقوال ائمہ متبوعین رحمہم اللہ سے استشہاد کرتے ہوئے دلائل کی جمع آوری کی ہے۔ نیز الزامی اور معقولی رنگ کے ایرادات و جوابات سے بھی تعرّض کیا گیا ہے۔

اس موضوع پر مسئلہ کے تاریخی اور علمی پہلوؤں کو پوری طرح سمجھنے اور کج فکر متشددین کی مغالطہ آرائیوں کو جانچنے کے لیے یہ کتاب اپنے اختصار کے باوجود انتہائی جامع اور نافع ہے۔ کتاب ایک عرصے سے مفقود الطباعت تھی، مولانا امداد اللہ عزیز نے از سرِ نو عمدہ طباعتی تقاضوں کے مطابق اسے شائع کیا جس پر وہ تبریک وتشکر کے مستحق ہیں۔ اللہ پاک ذریعۂ ہدایت اور وسیلۂ ازدیادِ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنائے۔

اخبار الاحرار

ماہ مارچ 2021 میں قائدین و مبلغین احرار کے تحصیل میلسی میں مختلف مقامات پر دورہ جات برائے اجتماعات ختم نبوت زیر اہتمام مجلس احرار اسلام تحصیل میلسی۔ (رپورٹ: حافظ محمد طیب رشید)

(1) 4 مارچ 2021 بروز جمعرات قائد احرار سید محمد کفیل شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم امیر مجلس احرار اسلام پاکستان ہمراہ مولانا محمد اکمل صاحب، امیر مجلس احرار اسلام ملتان اور حافظ محمد اکرم صاحب نے جلہ جیم تحصیل میلسی کے مختلف مقامات کا دورہ کیا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے بعد نماز عصر چاہ باغ والہ موضع مندن جلہ جیم میں کارکنان احرار سے ملاقات کی اور نماز مغرب کے فوراً بعد چاہ نویں والہ موضع ہر دو گنب جلہ جیم میں کارکنان احرار سے مختصر ملاقات ہوئی اور سید محمد کفیل شاہ جی نے دعاء فرمائی بعد ازاں موضع چھتانیہ کے لیے روانہ ہوئے ضیافت کا انتظام جناب عبدالسلام ذمہ دار مجلس احرار اسلام موضع چھتانیہ کے پاس تھا کھانا کھانے کے بعد نماز عشاء اداء کی گئی اور عشاء کے فوراً بعد جامع مسجد فاروقیہ موضع چھتانیہ میں قائد احرار سید محمد کفیل شاہ صاحب نے اجتماع ختم نبوت سے خطاب کیا خطاب کے بعد جلہ جیم کے لیے روانہ ہوئے جلہ جیم میں سالانہ احرار ختم نبوت اجتماع سے حضرت مولانا مفتی قاری محمد احمد صاحب رئیس دارالافتاء جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا خطاب کر رہے تھے ان کے خطاب کے بعد نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل شاہ صاحب نے خطاب کیا اور کہا کہ دین اسلام آفاقی دین ہے دنیاں میں بسنے والے ہر ہر فرد کی دنیاں و آخرت کی کامیابی دین اسلام پر عمل پیرا ہونے میں ہے مزید کہا کہ موجودہ دور میں قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کی بیحد ضرورت ہے۔ اس کے بعد اس سال جامعہ نعمانیہ ملتان سے دورہ حدیث کرنے والے طلباء کی اعزازی دستار بندی بھی کروائی اس اجتماع میں ہدیہ حمد و نعت حافظ محمد اکرم احرار اور قاری محمد ندیم قریشی نے پیش کیا آخر میں سید محمد کفیل شاہ جی دعاء کروائی ان اجتماعات کے کامیاب انعقاد کے بعد قافلہ احرار واپس ملتان روانہ ہوا۔

(2) 24 مارچ بروز بدھ نبیرہ امیر شریعت سید عطاء المنان بخاری دامت برکاتہم نے ہمراہ مولانا محمد اکمل، امیر مجلس احرار اسلام ملتان دورہ کیا بعد نماز ظہر چاہ ککروالہ موضع محبت پور میں سالانہ احرار اجتماع ختم نبوت سے مولانا محمد اکمل نے خطاب کیا بزرگ احرار، حافظ محمد اکرم۔ نے ہدیہ نعت پیش کیا آخر میں سید عطاء المنان بخاری نے خطاب کیا اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت و فضیلت کو سہل انداز میں بیان کیا۔ اس روح پرور اجتماع میں اہل علاقہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی بعد ازاں ککروالہ کے بزرگ حاجی احمد حسن صاحب مرحوم جو کہ قدیم خدمت گزار تھے مجلس احرار اسلام کے ان کے انتقال پر ان کے صاحبزادے حاجی عبداللہ صاحب سے اظہار تعزیت کیا اور قافلہ احرار بخیر و عافیت ملتان روانہ ہوا

(3) 26 مارچ بروز جمعۃ المبارک کو نبیرہ امیر شریعت مولانا مولوی سید عطاء المنان شاہ صاحب نے مبلغ احرار

،مولانا محمد اکمل صاحب کے ہمراہ میراں پور میلسی کا دورہ کیا سید عطاء المنان بخاری نے جامع مسجد فاروقیہ میراں پور میں اجتماع جمعۃ المبارک سے خطاب کیا جبکہ مولانا محمد اکمل صاحب نے پہلے جلہ جیم جامع مسجد حضرت بلال رضی اللہ عنہ میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا اور بعد میں جامع مسجد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بستی نظام آباد میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا اور اسی طرح بعد نماز مغرب جامع مسجد ککری کلاں میں سید عطاء المنان شاہ صاحب نے خطاب کیا اور پر تکلف ضیافت میاں محمد ریاض صاحب نے کی ان تمام امور سے فراغت کے بعد قافلہ احرار ملتان روانہ ہوا

(4)9اپریل بروز جمعۃ المبارک کو نبیرہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری نائب ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان نے ہمراہ مفتی محمد قاسم احرار رہنماء مجلس احرار اسلام نے میلسی کا دورہ کیا جس میں سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری نے کرمپور تحصیل میلسی میں اجتماع جمعۃ المبارک سے خطاب کیا اور بعد نماز جمعہ جامع مسجد الحسنین المعروف پل والی جلہ جیم میں خطاب کیا جس میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی اہمیت وضرورت پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہدیہ حمد ونعت حافظ محمد اکرم صاحب اور عبدالشکور ربانی برادران نے پیش کیا بعد نماز مغرب موضع محبت پور میں اجتماع ختم نبوت سے سید عطاء اللہ شاہ ثالث نے خطاب کیا اور بعد نماز عشاء موضع چھتانیہ میں اجتماع ختم نبوت سے خطاب کیا ان اجتماعات کے کامیاب انعقاد کے بعد قافلہ احرار اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوا ان اجتماعات کے علاوہ مبلغ احرار مولانا محمد اکمل نے موضع فکر شاہ جامع مسجد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ المعروف مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ والی فکر شاہ میلسی میں اجتماع جمعۃ المبارک سے خطاب کیا اور مبلغ احرار مولانا محمد رضوان نے جامع مسجد نوڑ یہ موضع نوڑ یہ میں اجتماع جمعۃ المبارک سے خطاب کیا ان تمام اجتماعات کے کامیاب انعقاد پر قائدین ومبلغین احرار کو بے حد مبارکباد اس پرخلوص دعاء کے ساتھ کہ اللہ پاک عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے عظیم کام کی برکت سے آپ کو اپنی شایان شان جزائے خیر دے اور ان اجتماعات کو امت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین ثم آمین

☆......☆......☆

7 مئی 2021 بمطابق 24 رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک امیر مجلس احرار اسلام پاکستان حضرت مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری مدظلہ العالی کی تشریف آوری ہوئی چنیوٹ مرکز احرار مدنی مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جمعہ کی نماز کے بعد مرکز احرار چناب نگر تشریف لائے اور مجلس احرار چناب نگر کے رہنماؤں اور کارکنوں سے کام کی نوعیت کے حوالہ سے آگاہی حاصل کی اور اہم جماعتی مشاورت ہوئی۔عصر کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک سے فارغ ہو کے مسجد احرار میں دعوت افطار میں شریک کارکن اور علاقہ سے آئے ہوئے مندوبین سے تھوڑی گفتگو کے بعد ملک کی سلامتی اور مدارس ومساجد کی حفاظت اور حضرت پیر جی رحمۃ اللہ علیہ کے علو مرتبہ اور امت مسلمہ کے لیے اجتماعی دعا فرمائی مغرب کے بعد علاقہ کی اہم شخصیت جناب مہر بلال لالی صاحب ٹھٹھہ میاں لالہ کے ہاں ان کی والدہ صاحبہ کی تعزیت کی

اور دعا کی اور پھر عشاء کے بعد خضر کے پنڈ تراویح میں تکمیل قرآن پاک کی تقریب میں مختصر بیان اور دعا فرمائی اور پھر بستی چاہ مخدوم مولانا جاوید صاحب کے ہاں جامع مسجد میں تکمیل قرآن مجید کی تقریب کے موقع پہ کثیر تعداد میں کارکنوں اور عوام الناس سے رمضان روزہ اور ہماری ذمہ داری کے عنوان پہ اہم ترین پند ونصیحت فرمائی دعا کے بعد رات پونے گیارہ بجے واپسی ملتان کے لیے روانہ ہوئے الحمدللہ تمام ساتھی ممنون ومشکور ہیں اور دعا جو و دعا گو ہیں۔

☆......☆......☆

امت مسلمہ کے اتحاد کے بغیر کشمیر وفلسطین کی آزادی ایک خواب ہے: مولانا سید عطاء المنان بخاری، مولانا محمد اکمل

(رپورٹ: فرحان الحق حقانی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنماء مولانا سید عطاء المنان بخاری نے کہا ہے کہ مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول، اسرائیلی دہشت گردی کے خاتمے کیلئے اقوام عالم میں موجود پوری مسلم امہ کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر آگے بڑھنا ہوگا کیونکہ جب تک امت مسلمہ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی نہیں ہو جاتی تب تک کشمیر و فلسطین کی آزادی ایک خواب ہی رہے گا، فلسطین میں موجودہ اسرائیلی جارحیت پر مسلمان ممالک اور ان کے حکمرانوں کے محض مذمتی بیانات کافی نہیں بلکہ فلسطین کے موجودہ حالات و واقعات مظلوم و نہتے فلسطینی بھائیوں کی مدد وحمایت کا تقاضا کر رہے ہیں، اگر مسلم ممالک کے سربراہان نے مشکل کی اس گھڑی میں بھی مؤثر عملی اقدامات کرنے کی بجائے خاموشی اختیار کیے رکھی تو اس کے مزید خطرناک نتائج مرتب ہوں گے۔ مجلس احرار اسلام ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل نے کہا کہ اقوام متحدہ سمیت دیگر عالمی طاقتوں کی بے حسی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ایک ہفتہ سے زائد اور مسلسل جاری اسرائیلی جارحیت کو رکوانا تو دور کی بات اس کی مذمت کرنا بھی گوارہ نہیں کی، انسانی حقوق کی بات کرنیوالے نام نہاد عالمی ٹھیکیدار آج انسانیت کی تذلیل پر صرف اس وجہ سے خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں کہ ظلم و سفاکیت کا نشانہ بننے والے مسلمان ہیں اگر کوئی اور ہوتے تو انہوں نے اب تک قیامت برپا کر دی ہوتی۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ جنگ بندی کا کریڈٹ صرف اور صرف فلسطین کے نہتے مسلمانوں کو ہی جاتا ہے جو ستر سال سے اپنی آزادی و خودمختاری کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ سلامتی کونسل کے اجلاس کا بے نتیجہ ختم ہونا اس بات کی گواہی ہے کہ عالمی طاقتیں مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی ہیں اس لئے مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ متحد و منظم ہو کر مسلم کش عناصر کا مقابلہ کریں تا کہ ان پر واضح ہو سکے کہ مسلمان اب تنہا نہیں رہے بلکہ مسلمانوں پر کیے جانے والے ہر وار کا اب منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ صیہونی طاقتیں شروع دن سے اسلام مخالف سازشیں کرتی آرہی ہیں مگر یہ اس میں بھی کامیاب نہیں ہو پائیں، فلسطین میں جاری سازشوں کے خاتمے کیلئے ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''خاتم النبیین'' ماننے والے مسلمان جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر مقابلہ کریں تو پھر انہیں دنیا کی کوئی بھی طاقت شکست سے دوچار نہیں کر پائے گی۔

سید محمد کفیل بخاری (امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

حافظ شفیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

مجلس احرار اسلام کے نہایت مخلص و وفادار کارکن اور مدرسہ معمورہ ملتان کے قدیم خادم حافظ شفیق الرحمٰن یوم عید یکم شوال 1442ھ/ 13 مئی 2021ء بروز جمعرات ایک حادثہ میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حافظ صاحب رحمہ اللہ سنہ 1980ء میں احرار سے وابستہ ہوئے۔ تب وہ مولانا محمد اسحاق سلیمی رحمہ اللہ کے ادارے مدرسۃ العلوم الاسلامیہ گڑھا موڑ، ضلع وہاڑی میں حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد مدرسہ میں خادم کی حیثیت سے تعینات تھے۔ جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری قدس سرہ نے مرکزی دفتر ملتان میں خدمت کے لیے مولانا محمد اسحاق سلیمی رحمہ اللہ سے ایک کارکن کا تقاضا کیا اور مولانا نے حافظ شفیق الرحمٰن کو شاہ جی کے پاس بھیج دیا۔ کچھ عرصہ دفتر میں کام کرنے کے بعد حضرت شاہ جی نے انھیں رحیم یار خان کے قدیم احرار کارکن مولانا فقیر اللہ مدظلہ کے ہمراہ کراچی میں جماعت کی ایک زیرِ تعمیر مسجد میں امام و مدرس کے طور پر تعینات کر دیا۔ چند ماہ بعد ان کی تشکیل بخاری مسجد چناب نگر میں ہوگئی۔ سنہ 1984ء میں وہ مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم ملتان میں آ گئے۔ ابنِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال (12 نومبر 1999ء) تک وہ مدرسہ معمورہ میں تدریس و خدمتِ اساتذہ وطلبا میں مصروف رہے۔ ان کی جماعتی زندگی گڑھا موڑ، کراچی جناب نگر اور ملتان میں احرار کے مراکز میں تعلیمِ قرآن، طلباء اور اساتذہ کی خدمت، خصوصاً ابناء امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ، مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ کی پر خلوص خدمت میں گزری۔ سب سے زیادہ عرصہ (1999ء تا 2017ء) وہ سفر و حضر میں حضرت پیر جی رحمہ اللہ کے رفیق رہے۔ ایک طویل عرصہ بخاری مسجد چناب نگر میں امام و مؤذن اور مدرس رہے۔ پھر مسجد احرار چناب نگر میں تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ کم وبیش چالیس برس وہ جماعت سے وابستہ رہے۔ آخری دنوں میں وہ مسجد ختم نبوت دار بنی ہاشم میں اہتمام سے اذان دیا کرتے تھے۔ کبھی امام صاحب کی عدم موجودگی میں نماز بھی پڑھاتے۔

مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم ملتان میں قرآن کریم کے سب سے قدیم استاد تھے، مدرسہ کے روزمرہ کے کام کاج کا بڑی یکسوئی کے ساتھ دھیان رکھتے۔ مرکزی دفتر میں آنے والے جماعتی و غیر جماعتی مہمانوں کا استقبال و دیکھ بھال اور خدمت و اکرام کا شعبہ ان کے ذمے تھا اور وہ یہ خدمت بڑے اہتمام و اخلاص سے انجام دیتے۔ عیدین کے موقع پر ہمیشہ مدرسہ و جماعت کی خدمت میں موجود رہتے۔ عید الاضحیٰ پر بڑی محنت اور مشقت سے ملتان میں احباب سے چرمِ قربانی اکٹھی کرتے۔ زندگی کے آخری روز بھی عید الفطر کی نماز دارِ بنی ہاشم میں ادا کی اور پھر گھر جانے کی

اجازت چاہی۔ طبیعت کے آمادہ نہ ہونے کے باوجود میں نے اجازت دے دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ پبلک ٹرانسپورٹ کے بند ہونے کی وجہ سے وہ ایک دوست سے موٹر سائیکل لے کروہاڑی اپنے بچوں کے پاس گئے لیکن تقدیر انھیں آخرت کے سفر پر لے گئی۔ وہ بچوں کو لے کر وہاڑی سے اپنے گاؤں موضع عزیز قہم آ رہے تھے کہ موٹر سائیکل بے قابو ہونے سے گر گئے۔ ان کا چھوٹا بیٹا محمد حماد موقع پر جاں بحق ہوگیا اور دو گھنٹے بعد حافظ صاحب بھی انتقال کر گئے۔ ایمبولینس میں اپنے بھانجے داماد سے فرمایا میرا بڑا بیٹا مدرسہ معمورہ میں پڑھتا ہے اسے کفیل شاہ جی کے پاس بٹھا دینا۔ اسے کہنا کہ شاہ جی کو نہ چھوڑے اور شاہ جی سے کہنا اسے سنبھال لیں۔ پھر آیت الکرسی، سورۂ یٰسین پڑھی اور کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے جان اللہ کے سپرد کر دی۔ چند ماہ قبل ڈاکٹر محمد آصف صاحب نے از راہِ تلطف ان سے کہا کہ اپنے بچوں کو ختم نبوت کے لیے وقف زندگی کر دیں، تو حافظ صاحب نے فرمایا میرا بیٹا وقف ہے اور جماعت کے سپرد ہے۔ آخری وقت اپنی وصیت کو دہرایا اور اور بیٹے کو مدرسہ پہنچانے کی وصیت کی۔

حافظ شفیق الرحمٰن مرحوم و مغفور کی اچانک حادثاتی موت نے ہلا کر رکھ دیا۔ بروزِ عید ان کے یوں اچانک اس ناگہانی طریقے سے دنیا چھوڑ دینے سے دل بہت غم گین ہے۔ حافظ صاحب نمازِ تہجد باقاعدگی سے پڑھتے، پھر مسجد میں نمازِ فجر تک تلاوتِ قرآن میں مگن رہتے۔ نمازِ فجر کے بعد سورۂ یٰسین کی تلاوت کے حلقے میں التزاماً شریک ہوتے۔ کثرت سے تلاوتِ قرآن ان کا معمول تھا۔ کئی برس رمضان المبارک میں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ منزل کا دور کرتے رہے۔ چند برس رمضان المبارک کے نوافل میں راقم کی منزل کے سامع بھی رہے۔ اس برس بھی مدرسہ بستانِ عائشہ میں تراویح کی جماعت میں بطور سامع شامل رہے اور نمازِ وتر کی امامت کرتے رہے۔ روزانہ تراویح کی نماز کے بعد خود چائے بنا کر ہمیں اور موجود احباب کو پلاتے رہے۔

بہت ہی باوفا اور اخلاص کیش ساتھی تھے، اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے، تمام لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل اور اس پر اجر نصیب فرمائے۔ حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔

Saleem&Company
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
SC
SINCE 1968
Manufacture of Quality
Furniture, Government
Contractors, Electronics
& General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
0302-8630028
061 -4552446
فون نمبر:
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان
Email:saleemco1@gmail,com

مسافران آخرت

☆تحریک طلباء اسلام کے سابق رہنما مجلس احرار اسلام کے بزرگ رہنما ملک محمد صدیق صاحب کے چھوٹے بھائی ملک محمد سعید 30 اپریل 2021ء کوتلہ گنگ میں انتقال فرما گئے۔

☆مجلس احرار اسلام سلانوالی کے کارکن عبدالقدیر کی والدہ مرحومہ، انتقال: 26 رمضان 1442، 9 مئی 2021ء

☆بھائی محمد عباس قاسم بیلہ کے ماموں انتقال 13 مئی 2021ء، یکم شوال 1442

☆مجلس احرار اسلام بورے والا کے امیر صوفی عبدالشکور احرار کے سُسر محمد حنیف مرحوم 4 مئی 2021ء مطابق 21 رمضان 1442 کوانتقال کر گئے۔

☆ہمارے نومسلم بھائی پروفیسر طاہر احمد ڈار صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال 28 اپریل بروز بدھ کے دن ہوا۔ ہماری یہ نومسلمہ بہن اپنی بیماری کے باوجود قادیانی رشتہ دار اور برادری کی ایذاؤں اور تکالیف کے مقابلے میں صبر و ہمت اور استقامت کا پہاڑ بن کر کھڑی رہیں اللہ پاک انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین!۔

☆مجلس احرار اسلام خانپور کے قدیم کارکن مرزا عبدالقیوم کی بھابھی اور مرزا واصف، یاسر قیوم، مرزا عاطف کی تائی صاحبہ 28 اپریل 2021 کوانتقال کر گئیں۔

مجلس احرار اسلام خانپور کے کارکن خالد رفیق مرحوم، انتقال 10 مئی 2021 کوانتقال کر گئے۔

☆لالہ موسیٰ: مجلس احرار اسلام کے کارکن لالہ عبدالرحمٰن 13 مئی 2021ء کوانتقال کر گئے۔

☆مجلس احرار اسلام چناب نگر کے کارکن عبدالمجید کے نومولود فرزند 14 مئی کوانتقال کر گئے۔

☆مجلس احرار اوکاڑہ کے رہنما شیخ مظہر سعید کے ہم زلف شیخ محمد امین 6 مئی کوانتقال کر گئے۔

☆مجلس احرار اسلام ٹب چوہان رحیم یار خان کے کارکن مولوی یعقوب چوہان کے والد کریم بخش چوہان انتقال 10 مئی 2021ء 27 رمضان المبارک 1442

☆مجلس احرار اسلام ماہڑہ مظفر گڑھ کے سرپرست ماسٹر محمد شفیع کی ساس اور بخاری اکیڈمی ملتان کے نگران جام ریاض احمد کی چچی مرحومہ، انتقال: 10 مئی مطابق 27 رمضان

☆مدرسہ معمورہ کے مدرسین مولانا اخلاق احمد، قاری اسرار احمد اور بھائی ارشاد احمد کے والد جمال الدین شاد 11 مئی 2021ء کوانتقال کر گئے۔

☆مجلس احرار اسلام بورے والہ کے معاون نیئر ارشاد کے والد چودھری ارشاد نمبر دار 23 مئی 2021ء کوانتقال

کر گئے۔

☆ حافظ شیر علی اعوان کچھ عرصہ قبل انتقال کر گئے۔ مرحوم، حضرت مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈی کے شاگرد اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مرید تھے۔

☆ چیچہ وطنی: ہمارے دوست محمد صفدر چودھری کے بہنوئی، چودھری محمد وسیم (111 سیون آر) 16 رمضان المبارک 29 اپریل جمعرات کو انتقال کر گئے

☆ بورے والا: بورے والا کے صحافی حلقوں میں ہمارے معاون اصغر علی جاوید کے جوان سال فرزند احمد فیضان 25 اپریل منگل کو انتقال کر گئے

☆ چیچہ وطنی: جماعت کے دیرینہ مخلص کارکن شیخ مرغوب احمد کے بڑے بھائی شیخ مقبول احمد 20 رمضان المبارک 3 مئی بروز پیر نماز فجر کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے انتقال کر گئے

☆ چیچہ وطنی: جمعیت علماء اسلام کے رہنماء حافظ ظہور احمد غازی آباد کے بڑے بھائی نور محمد پٹواری 163۔9 ایل (حافظ آباد) 8 مئی کو انتقال کر گئے۔

☆ چیچہ وطنی: قاری شوکت علی کے بہنوئی مولانا محمد ذوالفقار 40۔12 ایل 8 مئی کو انتقال کر گئے۔

☆ چیچہ وطنی: ہمارے ساتھی بلال حسن کے والد گرامی مہر علی (مہر علی شوز سٹور والے) 22 مارچ کو انتقال کر گئے۔

☆ چیچہ وطنی: ہمارے معاون مظہر عباس چیمہ (ہاؤسنگ سکیم) 22 مئی ہفتہ کو انتقال کر گئے۔

☆ خیر پور ٹامیوالی: سید محمد وقار الحسن ہمدانی کی تائی صاحبہ اور جناب سید عبدالقیوم ہمدانی، سید طارق اقبال ہمدانی سید عبدالحئی ہمدانی صاحبان کی والدہ ماجدہ۔ انتقال: 24 مئی 2021ء۔

☆ مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن ڈاکٹر شاہد کاشمیری صاحب کی ہمشیرہ محترمہ 28 مئی کو انتقال کر گئیں۔

☆ چیچہ وطنی کی بزرگ اور ہر دلعزیز شخصیت حاجی محمد شریف ریلوے روڈ کریانہ والے کچھ عرصہ قبل انتقال فرما گئے۔

☆ دارالعلوم دیوبند انڈیا کے استاذ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی رحمہ اللہ 30 رمضان 1442، 13 مئی 2021ء کو انڈیا میں انتقال کر گئے۔

☆ جامعہ قاسمیہ لاہور کے استاذ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد رحمہ اللہ 30 مئی 2021 اتوار کی شب انتقال کر گئے

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے (ادارہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے کچھ وصیت فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمام کاموں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کی پابندی کرو کیونکہ یہ زمین پر تمہارے لیے نور ہے اور آسمان میں تمہارے لیے ذخیرہ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ اس سے دل مردہ ہوجاتا ہے اور چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد کو لازم پکڑلو کیونکہ یہی میری امت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ دیر خاموش رہا کرو کیونکہ اس سے شیطان دفع ہوجاتا ہے اور اس سے تمہیں دین کے کاموں میں مدد ملے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دنیاوی مال و دولت اور ساز و سامان میں) ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھا کرو اوپر والے کو مت دیکھا کرو کیونکہ اس طرح کرنے سے تم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھو گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق بات کہو چاہے وہ کڑوی کیوں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرماویں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں اپنے عیب معلوم ہیں تو دوسروں (کے عیب دیکھنے) سے رک جاؤ اور جو برے کام تم خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض مت ہو۔ تمہیں عیب لگانے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ تم اپنے عیبوں کو تو جانتے نہیں اور دوسروں میں عیب تلاش کررہے ہو اور جن حرکتوں کو خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسرے پر ناراض ہوتے ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابوذر! حسن تدبیر کے برابر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز، مشتبہ اور نامناسب کاموں سے رکنے کے برابر کوئی تقویٰ نہیں اور حسن اخلاق جیسی کوئی خاندانی شرافت نہیں۔ (حیات الصحابہ، ج ۳، ص ۶۰۴)

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کرکے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کردے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

”الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کردے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔“ (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کردے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

”اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔“ (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!
فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ

آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس